عزم وہمت اور صبر واستقامت کے
91 سال

ماہنامہ

نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

8 ذوالحجہ 1442ھ | جولائی 2021ء

مزار مبارک امیر المومنین، امام مظلوم، خلیفۂ راشد و برحق سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ (جنت البقیع)

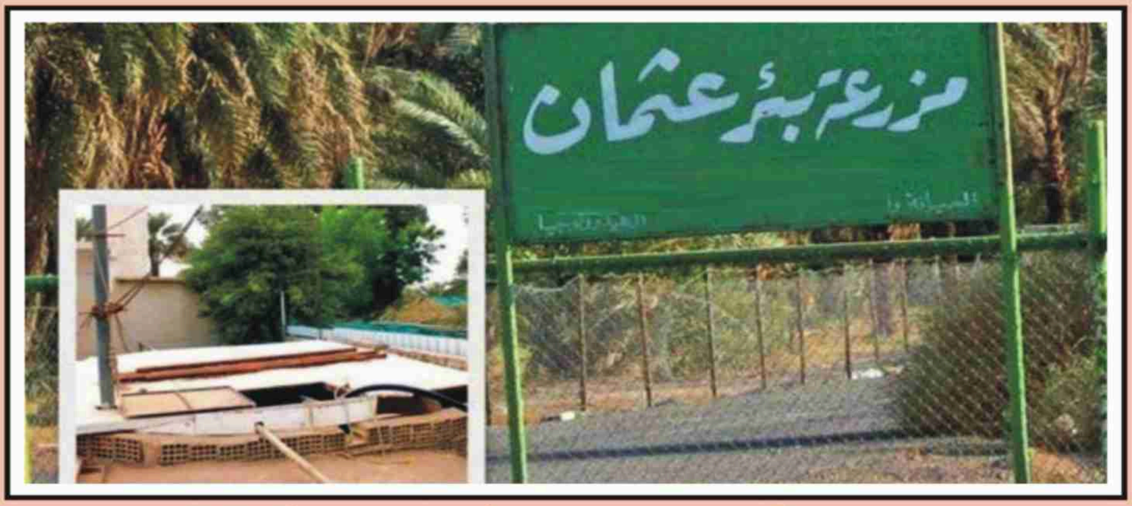

مدینہ منورہ میں وہ کنواں جسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خرید کر وقف کیا

عظمت کی سجدہ ریزی

میں تو کبھی کبھی یوں بھی سوچا کرتا ہوں کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصافِ حمیدہ، آپ کے کمالات، آپ کے محاسن، غرض یہ کہ آپ کی مختلف الانواع بے مثال خوبیوں کو دیکھ کر جی یہ چاہتا ہے کہ ایسے گونا گوں محاسن سے متصف شخصیت کو کیوں نہ معبود بنالیا جائے۔ مگر جب اس عظمت کو کسی دوسری عظمت کے حضور انتہائی عاجزی اور انکساری کے عالم میں پوری دردمندی کے ساتھ سبحان ربی الاعلیٰ کہتے ہوئے سجدہ ریز پاتا ہوں تو خیال آتا ہے کہ جس کے آستانۂ عالیہ پر یہ عظمت سرنگوں ہے وہ ذات کتنی عظیم، کتنی بلند اور کتنے اوصاف و محاسن کی مالک ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ ہمیں تو ختم المرسلین کی عظمت نے احکم الحاکمین کی عظمت و رفعت سے روشناس کرایا ہے۔

یتیم مکہ محمد کہ آبروئے خدا است
کسے کہ خاک رہش نیست بر سرش خاک است

سید الاحرار حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

جلد 32 شمارہ 08 اگست 2021ء / ذوالحجہ ۱۴۴۲ھ

Regd.M.NO.32

بیاد: سید الاحرار حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی: ابن امیر شریعت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

تشکیل

دل کی بات	آزاد کشمیر کے انتخابی نتائج اور دھیمی سریں	سید محمد کفیل بخاری	2
〃	متعصب قادیانی افسر کی تعیناتی اور منسوخی		
شذرات	عزیز القدر حافظ محمد سلیم شاہ رحمہ اللہ کی رحلت	عبداللطیف خالد چیمہ	4
〃	شعبہ خدمت خلق مجلس احرار اسلام کے تحت ملک بھر میں اجتماعی قربانی		
سرکلر	مجلس احرار اسلام پاکستان	ادارہ	6
دین و دانش	علم	مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار	8
〃	اسلام دین فطرت ہے آخری قسط	حضرت مولانا شمس الحق افغانی	11
〃	امیر المومنین سیدنا عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ آخری قسط	مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری	19
〃	امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین سیدنا معاویہؓ (قسط:2)	غلام مصطفیٰ	23
افکار	افغانستان کے نئے بہی خواہ اور طالبان	پروفیسر عبدالواحد سجاد	31
	کیا کریں پھر بھی اگر ہم کو نہ پہچانے کوئی؟		
〃	گھریلو تشدد بل...... خاندانی نظام کی تباہی	فرحان الحق حقانی	33
ادب	جنازۂ شہید	شاعر اہل سنت علامہ اثر زبیری مرحوم	35
〃	تیرے فراق میں (بیاد: امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری علیہ الرحمۃ)	پروفیسر خالد شبیر احمد	36
شخصیات	مولانا شاہ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی رخصت ہوگئے	مفتی آصف محمود قاسمی	37
〃	آہ...... سلیم شاہ	منصور اصغر راجہ	41
〃	حافظ محمد سلیم شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی یادیں	مولانا محمد سرفراز معاویہ	42
〃	جوان بیٹے کا جنازہ...... بوڑھے باپ کا کندھا	حبیب الرحمٰن بٹالوی	44
انٹرویو	ایک نو مسلم کی سرگزشت پہلی قسط	ڈاکٹر عمر فاروق احرار	46
تاریخ احرار	تاریخ احرار قسط نمبر ۱۶	مفکر احرار چودھری افضل حق رحمہ اللہ	53
حسن انتقاد	تبصرۂ کتب	مبصر: حافظ اخلاق احمد	60
اخبار الاحرار	مجلس احرار اسلام کی سرگرمیاں	ادارہ	61
ترحیم	مسافرانِ آخرت	ادارہ	64

فیضانِ نظر
حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ

بیاد
ابن امیر شریعت حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

مدیر مسئول
سید محمد کفیل بخاری
kafeel.bukhari@gmail.com

رفقائے فکر
عبداللطیف خالد چیمہ • پروفیسر خالد شبیر احمد
مولانا محمد مغیرہ • ڈاکٹر عمر فاروق احرار
قاری محمد یوسف احرار • میاں محمد اویس
سید عطاء اللہ ثالث بخاری
سید عطاء المنان بخاری
atabukhari@gmail.com
محمد نعمان سنجرانی

سرکولیشن منیجر
محمد یوسف شاد
0300-7345095

زرِ تعاون سالانہ
اندرون ملک ——— 300/- روپے
بیرون ملک ——— 5000/- روپے
فی شمارہ ——— 30/- روپے

ترسیل زر بنام: ماہنامہ نقیب ختم نبوت

بذریعہ آن لائن اکاؤنٹ نمبر: 100-5278-1

بینک کوڈ 0278 یو بی ایل ایم ڈی اے چوک ملتان

رابطہ
دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
☎ 061-4511961
www.ahrar.org.pk
www.alakhir.com
majlisahrar@hotmail.com
majlisahrar@yahoo.com

شعبہ تبلیغ تحفظ ختم نبوۃ مجلس احرار اسلام پاکستان

مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل نو پرنٹرز

Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan.(Pakistan)

دل کی بات

سید محمد کفیل بخاری

آزاد کشمیر کے انتخابی نتائج اور دھیمی سُریں

25/جولائی 2021ءکو آزاد کشمیر میں عام انتخابات کے وہی نتائج سامنے آئے جن کا ایک ہفتے سے میڈیا پر چرچا تھا۔یعنی 25/ جولائی 2018ء کا آموختہ دہرایا گیا۔ 44 نشستوں میں سے پاکستان تحریک انصاف:25 پیپلز پارٹی:11، مسلم لیگ ن:6، جموں وکشمیر پی پی:1 اور مسلم کانفرنس:1۔ اخباری اطلاعات کے مطابق 2 افراد جاں بحق جبکہ درجنوں زخمی ہوئے۔

آزاد کشمیر انتخابات میں پرانی روایت برقرار رہی کہ جس کی مرکز میں حکومت اس کی کشمیر میں حکومت۔ اب آئندہ پانچ سال آزاد کشمیر میں پاکستان تحریک انصاف کی حکومت ہوگی۔

مسلم لیگ ن کی انتخابی مہم پہلے نمبر پر تھی۔ لیکن وہ 6 نشستوں کے ساتھ تیسرے نمبر پر آئی۔ پیپلز پارٹی کے انتخابی جلسے غیر مؤثر تھے لیکن وہ 11 نشستوں کے ساتھ حزب اختلاف کی بڑی پارٹی بن کر دوسرے نمبر پر آ گئی۔ تحریک انصاف کے انتخابی جلسے پوری سرکاری مشینری کے استعمال کے باوجود انتہائی پھس پھسے تھے۔لیکن وہ 25 نشستیں حاصل کر کے پہلے نمبر پر آ کر حکمران جماعت بن گئی۔

ایک غیر جانب دار تجزیہ نگار اور پاکستان کی سیاسی تاریخ کے طالب علم کے لیے یہ نتائج کوئی حیران کن نہیں ہیں۔70 سال سے پاکستان میں یہی کچھ ہوتا آیا ہے اور اسے ''جمہوریت کا حُسن'' کہتے ہیں۔

جیتنے اور ہارنے والوں کا وہی پرانا روایتی ردِّعمل سامنے آیا ہے۔تحریک انصاف کے وزراء شیخ رشید، علی امین گنڈاپور اور فواد چودھری نے کہا ہے کہ:

''پیپلز پارٹی کی قیادت اپنی شکست تسلیم کرے اور بلاول اپنی پارٹی کے عہدے سے استعفیٰ دے۔مسلم لیگ ''ن'' فوج کی پیداوار ہے، اسے فوج کے خلاف بولنے کی سزا ملی ہے''۔

بلاول بھٹو نے کہا کہ: ''دھاندلی اور تشدد کے باوجود پیپلز پارٹی نے 11 نشستیں جیتیں''۔

مریم نواز اور لیگی قیادت نے کہا کہ:

''بدترین دھاندلی ہوئی، ووٹ چوری ہوا، نتائج تسلیم نہیں کرتے، دھاندلی کے خلاف تحریک چلائیں گے''۔

حکمران جماعت کا بیانیہ تو الیکشن سے پہلے بھی واضح تھا اور نتائج آنے کے بعد اور واضح ہو گیا ہے۔ابھی مزید واضح ہوگا۔پی ٹی آئی تو آئندہ انتخابات میں وفاق کے ساتھ ساتھ سندھ اور باقی صوبوں میں بھی حکومت بنانے کے دعوے اور عزم کا اظہار کر رہی ہے۔اُسے کرنا بھی چاہیے کہ جتنی مضبوط قوت اس کی پشت پر ہے اس کا تقاضا بھی یہی ہے، لیکن افسوس پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ ''ن'' پر ہے جو دھاندلی اور ووٹ چوری کا الزام لگانے کے باوجود پاکستان کی اسمبلیوں کی طرح آزاد کشمیر اسمبلی میں بھی بیٹھنے کے لیے تیار بلکہ بے تاب ہیں۔اگر 2018ء کے انتخابات کے بعد جمعیت علماء اسلام کے سربراہ مولانا فضل الرحمٰن کی بات مانتے ہوئے اسمبلیوں کا حلف نہ اٹھاتے یا پھر تمام

اپوزیشن جماعتیں استعفے دے کر پارلیمنٹ سے باہر آ جاتیں تو آج یہ برے دن نہ دیکھتے۔ دونوں جماعتوں نے اپوزیشن اتحاد پی ڈی ایم کی پیٹھ میں چُھرا گھونپا اور پل بھر میں اِدھر سے اُدھر ہوگئیں۔ دونوں پارٹیوں کے منافقانہ طرزِ عمل نے اُنہیں یہ بُرے دن دکھائے۔ ان کے ساتھ جو کچھ ہوایا ہو رہا ہے وہ اسی کی مستحق ہیں۔ مولانا فضل الرحمٰن ایک کہنہ مشق اور دانا سیاست دان ہیں۔ وہ کشمیر کی انتخابی مہم میں شریک ہونے کی بجائے وزیرستان میں جے یو آئی کے تاریخی جلسے میں خطاب کرنے چلے گئے۔ 25 سال بعد مولانا کو وزیرستان میں داخل ہونے کی اجازت ملی۔ وہ پاکستان کے آئندہ عام انتخابات میں کامیابی کے لیے جے یو آئی کے انتخابی حلقوں میں مسلسل محنت کر رہے ہیں۔

آزاد کشمیر میں انتخابات کا شور شرابہ تو ختم ہوگیا لیکن ساتھ ہی سرکاری حلقوں سے دھیمی سروں میں جو آوازیں سنائی دے رہی ہیں وہ انتہائی خطرناک اور خوف ناک ہیں۔

(1) آزاد کشمیر کے نام سے ''آزاد'' کا لفظ ختم کر دیا جائے

(2) کشمیر کو پاکستان میں شامل کر کے مستقل صوبہ بنا دیا جائے

(3) ان فیصلوں کے لیے ریفرنڈم کرایا جائے

یہ آوازیں پاکستان کے 72 سالہ حکومتی و ریاستی مؤقف اور کشمیری عوام کے حق رائے دہی و آزادی کے منافی ہیں۔ یہ کسی طوفان کا پیش خیمہ ثابت ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے اور حکمران پاکستان کے حال پر رحم فرمائیں۔

متعصب قادیانی افسر کی تعیناتی اور منسوخی:

16 جولائی 2021ء کو پنجاب حکومت نے معروف و متعصب قادیانی شوکت مجوکہ کو تحصیل کونسل ضلع میانوالی میں چیف آفیسر تعینات کیا۔ جس پر حضرت مولانا خواجہ خلیل احمد دامت برکاتہم (سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ و سرپرست جمعیت علماء اسلام) نے 24 جولائی 2021ء کو ایک خط تحریر فرما کر ضلع میانوالی کی انتظامیہ سے اس کی تعیناتی منسوخ کرنے کا مطالبہ کیا۔ نیز تمام دینی حلقوں کو اس مسئلہ پر احتجاجی آواز بلند کرنے کی طرف بھی متوجہ کیا۔

الحمدللہ ملک کی تمام دینی جماعتوں خصوصاً جمعیت علماء اسلام، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، مجلس احرار اسلام اور پاکستان شریعت کونسل نے خانقاہ سراجیہ کی صدائے حق پر لبیک کہا۔

مجلس احرار اسلام ضلع میانوالی کے امیر جناب عبداللہ علوی نے بھی ڈپٹی کمشنر میانوالی کو ایک تحریری درخواست کے ذریعے شوکت مجوکہ کی میانوالی میں تعیناتی منسوخ کرنے کا مطالبہ کیا۔ محترم صاحبزادہ سعید احمد صاحب اور محترم صاحب زادہ نجیب احمد صاحب نے ہر سطح پر محنت و کوشش کی۔ ضلع بھر کی دینی جماعتوں اور علماء کرام نے بھرپور صدائے احتجاج بلند کی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے، حضرت خواجہ خلیل احمد دامت برکاتہم کی دعاؤں اور علماء کی محنت سے انتظامیہ نے عوام کا مطالبہ منظور کر کے 26 جولائی 2021ء کو شوکت مجوکہ کی تعیناتی منسوخ کر دی۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزاء خیر عطاء فرمائے (آمین ثم آمین)

عبداللطیف خالد چیمہ

عزیز القدر حافظ محمد سلیم شاہ رحمہ اللہ کی رحلت

8 جولائی 2021ء جمعرات کو رات 9 بجے کے لگ بھگ تقریباً 27 سالہ متحرک و مستعد نوجوان عزیز القدر حافظ محمد سلیم شاہ حرکت قلب بند ہونے سے انتقال کر گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

تقریباً 8 سال کی عمر میں دار العلوم ختم نبوت جامع مسجد چیچہ وطنی کے قدیمی مرکز احرار میں حفظ قرآن کریم کے لیے داخل ہوا اور پانچ چھے سال میں حضرت قاری محمد قاسم صاحب کے پاس حفظ قرآن کریم مکمل کر کے پھر دفتر احرار و مدرسہ ختم نبوت کا ہو کر رہ گیا۔ خداداد صلاحیتیں ابھرنے لگیں اور دفتر و مدرسہ کے علاوہ میرے جماعتی امور کی معاونت میں شامل کیا ہوا، سارے نظام کو سنبھالنے والا بن گیا۔ جماعتی و غیر جماعتی حلقوں میں پذیرائی اور شناسائی کے بعد دل موہ لینے والا یہ پیارا نوجوان حقیقت میں میری زندگی کا حصہ بن گیا۔ سفر و حضر میں میرے ساتھ رہتا دفتر و مدرسہ کے متفرق امور بلکہ رموز سے آشنا ہو گیا اور بقدر فرصت صبح شام کی ناظرہ قرآن پاک کی کلاس میں مدرسہ کے قدیم استاد حافظ حبیب اللہ رشیدی کا معاون بھی بن گیا۔ ملتان اور لاہور کے مرکزی دفاتر کے ذمہ داران سے رابطے میں رہنے لگا۔ حتی کہ برخوردار عزیز محمد قاسم چیمہ کی نگرانی میں جماعت کے مرکزی سوشل میڈیا سیل کا کوارڈینیٹر مقرر ہوا۔ میرے کئی ذاتی امور کو بھی ذمہ داری سے انجام دیتا۔ گزشتہ چند سالوں سے تدبر و حکمت اور حوصلہ و برداشت جیسی نعمتوں سے مزین ہوا۔ قرآن پاک کی تلاوت سوز و تواتر سے کرتا اور تہجد گزار بن گیا۔ قابل رشک زندگی دیکھ کر میں زیادہ تر اظہار کی بجائے دل ہی دل میں خوش ہونے لگا۔ وہ میرا دن بھر کا معاون ساتھی اور راز دان بھی تھا۔ کبھی اس سے زائد چھٹی یا کام میں کمی کوتاہی کا صدور ہوتا تو لاہور اور ملتان والے حضرات محبت سے کہتے کہ یہ ''چیمہ صاحب کا لاڈلا ہے اس کو کچھ نہ کہو'' یہ لکھتے ہوئے میری طبیعت بالکل ضبط میں نہیں ہے۔

آج صبح 28 جولائی کو مرحوم کے بھائی ڈاکٹر محمد یسین کے علاوہ محترم رانا قمر الاسلام اور برادر عزیز محمد آصف چیمہ کے ساتھ سلیم شاہ کی قبر، قبرستان 110-7R چیچہ وطنی میں حاضری کا پھر حوصلہ کیا۔ حالات واقعات لکھنے کی ہمت جب بندھے گی تو پھر لکھوں گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اس نے مدرسے اور جماعت پر آنے والے ہر اچھے برے وقت میں اولوالعزمی اور استقامت سے ساتھ دینے کا حق ادا کیا ہے۔ اس کا نکاح اپنی پھوپھو کے ہاں ہو چکا تھا اور گزشتہ عید الاضحیٰ کے بعد ہم شادی کی تقریب منعقد کرنے والے تھے لیکن اللہ کی تقدیر میں ایسے ہی لکھا تھا۔ اس سانحے پر مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے برادر عزیز حافظ محمد

حبیب اللہ چیمہ دوبارہ فوت ہوئے ہیں۔ مرحوم کے پسماندگان خصوصاً برادران غلام عباس شاہ، غلام مصطفیٰ شاہ، ڈاکٹر محمد یسین شاہ کے بعد ہمارے جملہ بزرگوں ساتھیوں کی کم و بیش یہی کیفیت ہے۔ میں خود اس سانحے کے شدید دھچکے سے ابھی تک سنبھل نہیں پایا۔ عزیزم حافظ محمد سلیم شاہ کی نماز جنازہ امیر مرکزیہ جناب سید محمد کفیل بخاری نے 9 جولائی بعد نماز جمعۃ المبارک پونے تین بجے پڑھائی جبکہ اندرون و بیرون ملک سے بے شمار شخصیات نے تعزیت کا اظہار کیا۔ احرار و ختم نبوت کی محنتوں میں مصروف حلقہ غم زدہ ہیں اور راقم الحروف کی طبیعت بدستور شدید مضمحل ہے۔ آپ سب سے درخواست ہے کہ تمام مرحومین اور خصوصاً فدائے احرار و ختم نبوت و مدح صحابہ حافظ محمد سلیم شاہ کی مغفرت و بخشش کی دعا کریں نیز ہمارے لیے بھی دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ جمیع مسائل سے نجات عطا فرمائیں اور حاسدین کے حسد سے نجات عطا فرمائیں آمین یارب العالمین۔

شعبہ خدمت خلق مجلس احرار اسلام کے تحت ملک بھر میں اجتماعی قربانی

قائد احرار ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری رحمہ اللہ کی تشکیل جماعت نے نومبر 1993 میں چناب نگر مرکز احرار میں طے کی۔ انہوں نے دارالکفر والارتداد (ربوہ) چناب نگر میں مسلمانوں کے پہلے مرکز مدرسہ ختم نبوت، جامع مسجد احرار میں 1995 سے اجتماعی قربانی کا اہتمام شروع کیا اور غریب و نادار مسلمانوں کو عید کی خوشیوں میں شریک کیا۔ الحمدللہ یہ سلسلہ رفتہ رفتہ بڑھتا رہا اور مختلف شہروں میں اجتماعی قربانی کا اہتمام کیا جانے لگا۔ ذوالحجہ 1436 مطابق ستمبر 2015 سے مرکزی دفتر ملتان میں بھی اجتماعی و وقف قربانی کا سلسلہ شروع ہوا۔ امسال (ذوالحجہ 1442 مطابق 2021) چناب نگر، ملتان، لاہور، گجرات، تلہ گنگ، چیچہ وطنی سمیت کئی شہروں میں اجتماعی و وقف قربانی کا اہتمام کیا گیا۔ جس سے کم و بیش ایک ہزار گھرانوں میں گوشت کی تقسیم کی گئی۔ جس میں سے 150 گھرانوں میں بیت السلام ٹرسٹ تلہ گنگ کے ذرائع سے بھی گوشت تقسیم کیا گیا۔

ماہانہ مجلس ذکر و اصلاحی بیان

بہ فیضانِ نظر ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

26 اگست 2021ء
جمعرات بعد نماز مغرب

دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان

حضرت حافظ سید محمد کفیل بخاری دامت برکاتہم
(امیر مجلس احرار اسلام پاکستان)

نوٹ: ہر انگریزی ماہ کی آخری جمعرات کو بعد نمازِ مغرب مجلسِ درسِ قرآن ہوتی ہے

الداعی　انتظامیہ مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان　061 4511961

مجلس احرار اسلام پاکستان

مرکزی دفتر: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

تاریخ: 25-07-2021 سرکلر نمبر: 1/21

محترمی ومکرمی جناب ــــــــــــــــــــــــــــ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوں گے!

مجلس احرار اسلام پاکستان کی مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 25/شوال 1442ھ مطابق 6 جون 2021ء ایوان احرار لاہور کے فیصلوں کے مطابق آپ کو ہدایت کی جاتی ہے کہ:

☆ مقامی جماعت کے تحت 14/اگست کو یوم آزادی کے موقع پر پرچم کشائی کا اہتمام کیا جائے۔

☆ 21/اگست بانی احرار حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یوم وصال ہے آپ کی خدمات کوخراج عقیدت پیش کرنے کے لیے ماہ اگست کی کسی بھی تاریخ کو اجتماع کا اہتمام کیا جائے۔ یادرہے کہ حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ نے اپنی تحریکی زندگی کا آغاز جلیانوالہ باغ کے سانحہ 1919 سے کیا تھا جس کو سو سال سے زائد عرصہ ہونے کو ہے۔ آپ کی اسی فکر اور تحریک نے مجلس احرار کی شکل اختیار کی جو کہ الحمد للہ اب تک اپنی شناخت کے ساتھ حضرت امیر شریعت کے مشن پر قائم ہے۔ اس سال یوم پاکستان اور یوم امیر شریعت کے حوالے سے ہونے والے سیمینارز کو ’’فکر امیر شریعت سیمینار‘‘ اور ’’تحریک آزادی میں امیر شریعت کا کردار‘‘ کے عنوانات سے معنون کیا جائے اور بانی احرار حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے فکر ونظر اور مسلمانوں کی آزادی کے لیے ان کی ان تھک جدوجہد بارے کارکنان وعوام الناس کو بتایا جائے۔

☆ 7/ستمبر کو یوم تحفظ ختم نبوت (یوم قرار دادِ اقلیت) ہے۔ اس مناسبت سے یکم تا 10/ستمبر عشرۂ ختمِ نبوّت پورے تزک واحتشام کے ساتھ منایا جائے اور اس سے پہلے کارکنان کا مشاورتی اجلاس بلا کر پوری منصوبہ بندی کی جائے۔ تمام مکاتب فکر کو 7/ستمبر، یوم تحفظ ختم نبوت کے مجوزہ پروگرام میں شرکت کی دعوت دی جائے۔ پروگرام کی نوعیت اپنے حالات کے مطابق طے کریں۔ اس کے علاوہ علاقہ بھر میں اخبارات اور سوشل میڈیا کے ذریعے 7/ستمبر کے پروگرام کی تشہیر کریں جبکہ اس موقع پر عوام الناس میں فہم ختم نبوت کورس اور سیمینارز کا اہتمام بھی کیا جائے۔

☆ 12,11 ربیع الاوّل تحفظ ختم نبوت کانفرنس وجلوس دعوت اسلام چناب نگر کے بارے میں مقامی طور پر مشاورت شروع کردیں۔

☆ 29 دسمبر مجلس احرار اسلام کا یومِ تاسیس ہے، اس موقع پر مقامی سطح پر اجتماعات احرار منعقد کیے جائیں اور

کارکنان کی فکری ونظریاتی تربیت کے حوالے سے نشستیں بھی منعقد کی جائیں۔

☆ **سال 2021ء کو انتخابات کا سال قرار دیا گیا ہے۔ جماعت کے موجودہ انتخاب کی دستوری مدت پوری ہونے والی ہے لہٰذا تمام ماتحت شاخیں دوبارہ رکنیت سازی و تنظیم سازی کریں۔ مرکز سے رابطہ کر کے رکنیت فارم طلب کریں اور جلد از جلد اس عمل کو مکمل کریں۔**

نوٹ:

☆ خط موصول ہوتے ہی تمام عہدے داران کی فوری میٹنگ بلا کر سب کو خط کی ایک کاپی دی جائے۔

☆ جماعت کی رکنیت ومعاونت سازی کا عمل ساتھ ساتھ جاری رکھیں، ضرورت پڑنے پر رکنیت ومعاونت فارم مرکز سے طلب کریں۔

☆ اپنا علاقائی احرار ورکرز تربیتی کنونشن منعقد کرنے کے لیے مرکز سے رابطہ کریں۔

والسلام

عبداللطیف خالد چیمہ

سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام پاکستان

برائے رابطہ

ڈاکٹر محمد آصف

0300-9522878

اشاعتِ خاص

قائد احرار ابن امیر شریعت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ماہنامہ نقیب ختمِ نبوت کا خاص نمبر ان شاء اللہ ربیع الاول 1442 کی سالانہ احرار ختم نبوت کانفرنس چناب نگر کے موقع پر دستیاب ہوگا۔ کارکنان احرار، محبین ومتوسلین ودیگر احباب سے گزارش ہے کہ جلد از جلد اپنے مضامین، یادداشتیں، خطوط، آٹوگراف وغیرہ ارسال کریں تاکہ شامل اشاعت ہوسکیں۔ (ادارہ)

مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار رحمۃ اللہ علیہ

علم

علم اور علم دین سے فائدہ اٹھانے والوں کی قسمیں:

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ جل شانہ نے مجھے ہدایت اور علم دے کر بھیجا ہے اس کی مثال اس بارش کی سی ہے جو کسی سرزمین پر برسے، اس زمین کا بعض حصہ ایسا عمدہ و پاکیزہ ہو جو اس پانی کو جذب کرلے اور بہت سا سبزہ اور گھاس اگائے۔ اس میں سے بعض حصے ایسے ہوں جو سخت زمین والے ہوں، پانی روک کر محفوظ رکھیں اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے لوگوں کو فائدہ پہنچائیں، وہ اس سے خود پئیں اور اپنے جانوروں کو پلائیں اور کاشتکاری کریں۔ اس کا ایک حصہ ایسا ہو جو چٹیل بیابان ہو جو نہ پانی روک کر محفوظ رکھے نہ گھاس چارہ اگائے۔ اسی طرح مثال ہے اس کی جو اللہ تعالیٰ کے دین کی سمجھ رکھے اور اللہ جل شانہ نے جس دین کے ساتھ مجھے بھیجا ہے اس کے ذریعہ سے فائدہ پہنچائے، وہ اسے خود سیکھے اور دوسروں کو سکھائے اور اس کی مثال جو اس شریعت و دین کی طرف توجہ ہی نہ کرے اور جس ہدایت کو اللہ جل شانہ نے مجھے دے کر مبعوث فرمایا ہے اسے قبول نہ کرے۔ (متفق علیہ)

یعنی جس طرح بارش سے فائدہ اٹھانے میں زمینوں کی مختلف قسمیں ہوتی ہیں اسی طرح علوم الٰہیہ اور تعلیمات نبویہ سے استفادہ کرنے والوں کی بھی قسمیں ہوتی ہیں، بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو ان علوم کو حاصل کرتے ہیں خود بھی ان پر عمل کرتے اور ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور دوسروں کو بھی سکھاتے ہیں اور ان کی دنیا و آخرت بناتے ہیں۔ بعض ایسے ہوتے ہیں کہ علم سیکھا، دوسروں کو دعوت دی، سکھایا اور خود عمل نہ کیا جیسے زمین پانی روکے۔ خود نہ پیے دوسروں کو سیراب کرے۔ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ نہ خود سیکھتے اور اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں نہ دوسروں کے لیے فائدہ کا ذریعہ بنتے ہیں۔ لہٰذا جس طرح وہ زمین سب سے عمدہ ہوتی ہے جو بارش سے خود بھی سیراب ہو اور دوسروں کو غلہ، سبزی اور پھلوں کی شکل میں فائدہ پہنچائے اسی طرح وہ شخص بڑا خوش نصیب اور ارفع و اعلیٰ ہے جو خود علم سیکھے اس پر عمل کرے اپنی آخرت بنائے اور دوسروں کو تعلیم دے انہیں سکھائے اور ان کی دنیا و آخرت بنائے۔

سرخ اونٹوں سے بہتر:

حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بخدا اگر اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعہ سے ایک شخص کو بھی ہدایت دے دے تو وہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ (متفق علیہ)

اہل عرب میں سرخ اونٹ بہت قیمتی شمار ہوتے ہیں جیسے دنیاوی لحاظ سے سرخ اونٹ کا مالک بڑا خوش نصیب شمار ہوتا ہے اسی طرح اخروی لحاظ سے ایسا شخص بڑا خوش نصیب ہے جو لوگوں کو راہ راست پر لگانے کی جدوجہد

کرے، انہیں صحیح راستہ بتلائے اور ان کی دنیا وآخرت دونوں بنادے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر امت میں راہ سے بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہ راست پر لانے کے لیے انبیاء علیہم السلام کو بھیجا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء والرسل ہیں آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ شیطان لوگوں کو گمراہ کرتا رہتا ہے، نفس امارہ تباہی کی طرف لے جانے کی کوشش کرتا ہے، دنیاوی لذتیں حیوانیت کی طرف راغب کرتی ہے، شہوات اپنا غلام بنانے کے در پے ہوتی ہیں، کمزور ترین انسان کس کس کا مقابلہ کرے؟ اس کے لیے امت کے ذمہ یہ فریضہ رکھا گیا ہے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے، لوگوں کو راہ راست پر لانے کی جدوجہد کرے۔ اس پر بڑے سے بڑے اجر کا وعدہ کیا گیا ہے اور اسے چھوڑنے پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ آپ کی جدوجہد سے اگر ایک آدمی بھی راہ راست پر لگ گیا تو آپ کا بیڑا پار ہے۔ دنیاوی دولت آنکھ بند ہونے پر یہیں رہ جائے گی لیکن یہ دعوت وتبلیغ، تعلیم وتربیت آخرت بنائے گی، لہٰذا ظاہر ہے اس سے بڑھ کر اور کیا چیز ہو سکتی ہے۔

عالم اور متعلم:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے: دنیا ملعون ہے اور معلون ہے وہ جو اس میں ہے۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے ذکر کے اور جس کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور عالم یا متعلم۔ (ترمذی)

دنیا ملعون ہے یعنی اللہ جل شانہ کی رحمت سے دور ہے اس لیے کہ آخرت سے غافل کرتی ہے، لہو ولعب میں لگاتی ہے۔ انسان اس میں دل لگا کر آخرت کی فکر نہیں کرتا، اسے سب کچھ سمجھنے لگتا ہے۔ عورتوں بچوں کی محبت، مال و دولت کی کثرت، دنیا کی زیب وزینت انسان کو مست کر دیتی ہے، سرکش بنا دیتی ہے۔ اس لیے دنیا اور اس کی چیزیں اللہ جل شانہ کی رحمت سے دور ہیں البتہ اللہ جل شانہ کی اطاعت وفرمانبرداری، ذکر الٰہی، تعلیم وتعلم، عالم ومتعلم اس سے مستثنیٰ ہیں۔ ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت برستی ہے، حیوانوں کو رزق ملتا ہے، عذاب ٹلتا ہے۔ ان کو یہ مرتبہ اس لیے حاصل ہوا کہ یہ دنیا کے چکر میں نہیں پھنسے، انہوں نے دنیا سے دل نہیں لگایا، انہوں نے آخرت کی تیاری کی، دوسروں کو آخرت بنانے کی دعوت دی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی عنایت خاصہ ان کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ یہ قربِ خداوندی سے محفوظ اور رضاء ورضوان سے سرشار ہوں گے۔

طلبِ علم کا ثواب:

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص علم کے طلب کرنے کے لیے نکلا وہ جب تک واپس نہ آئے اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہے۔ (رواہ الترمذی)

علم سے علمِ دین مراد ہے۔ طلبہ کے لیے بڑی خوشخبری ہے، وہ طلبہ جن کا مقصد رضاء خداوندی ہو، جن کا مقصد تحصیل علم لرضاء اللہ ہو، جن کا مقصد دنیاوی وجاہت، ڈگری اور ملازمت نہ ہو جو روپیہ پیسہ کے حصول یا دنیاوی مناصب کے لیے علم حاصل نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ کے بندو اپنی نیت درست کرلو! اس اجر وثواب کے مستحق بن جاؤ گے۔

باقی رہیں دنیاوی چیزیں تو وہ تو ہرصورت میں ملیں گی ہی، نیت کیوں خراب کرتے ہو، اخلاص پیدا کرو، صرف اور صرف رضاء الٰہی کے لیے علم حاصل کروتا کہ اللہ جل شانہ کی رضا حاصل ہو اور حقیقی معنوں میں اللہ کے راستے میں نکلنے والے شمار ہو۔

علم کا شوقین:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مؤمن کا خیر (علم) سے پیٹ نہیں بھرتا یہاں تک کہ اس کا منتہیٰ جنت ہو جائے۔ (رواہ الترمذی)

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ دو پیٹو ایسے ہیں جن کا پیٹ کبھی نہیں بھرتا ایک وہ جسے مال ودولت کا شوق ہو اور دوسرا وہ جسے علم کا شوق ہو، مال کا شوقین ننانوے کے پھیر میں لگا رہتا ہے ھل من مزید کا طالب رہتا ہے اور علم کا شوقین ''**وفوق کل ذی علم علیم**'' اور ''**وما اوتیتم من العلم الا قلیلا**'' کے مطابق **ربی زدنی علما** پڑھتا جاتا ہے اور اور مزید علم حاصل کرتا جاتا ہے۔ علم ایک ایسا سمندر ہے۔ جس کا کوئی ساحل نہیں انسان جتنا آگے بڑھتا ہے اسے اندازہ ہوتا ہے کہ مجھے کچھ نہیں آتا۔ واقعی خیر، نیکی، عبادت اور علم ایسی چیزیں ہیں جن سے انسان کا پیٹ کبھی نہیں بھرتا، عالم وطالب علم پڑھتا جاتا ہے علم میں منہمک رہتا ہے بالآخر اسی میں اس کا انتقال ہو جاتا ہے اور منزل مقصود جنت تک پہنچ جاتا ہے۔

عالم وعابد میں تفاوت:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عالم کو عابد پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسی مجھے تم میں سے ادنیٰ اور معمولی سے آدمی پر پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ جل شانہ اور اس کے فرشتے اور تمام آسمانوں اور زمین والے حتیٰ کہ چیونٹی اپنے سوراخ میں اور مچھلیاں سمندر میں لوگوں کو خیر (علم) کی تعلیم دینے والے کے لیے دعا کرتی ہیں۔ (رواہ الترمذی)

Saleem&Company
Bahar Chowk, Masoom Shah Road, Multan.
SINCE 1968
Manufacture of Quality Furniture, Government Contractors, Electronics & General Order Suppliers
سلیم اینڈ کمپنی
بہار چوک معصوم شاہ روڈ ملتان
فون نمبر: 0302-8630028
061 -4552446
Email:saleemco1@gmail,com

حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ آخری قسط

اسلام دین فطرت ہے

دین فطرت کا چوتھا معیار:

فطرت انسانی اور اس کے لوازم ہر زمان اور مکان میں یکساں طور پر موجود ہیں۔ کسی زمان ومکان قوم وملک سے مختص نہیں اور نہ ان میں ترمیم وتنسیخ ممکن ہے۔ مثلاً کھانا، سونا، شادی کرنا فطری امور ہیں جن کا وجود ہر قوم اور زمان ومکان میں بلا ترمیم یکسانیت رکھتا ہے۔ اسی بنا پر انسان کا فطری دین وہی ہے جو ہر زمانے اور ہر قوم کے لیے قابل عمل ہے اور ہر دور میں بلا ترمیم وتنسیخ اس کی راہنمائی سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ ایسا دین صرف اسلام ہے۔ جس کا ظہور ناخواندوں کے ملک میں ایک نبی اُمی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں ہوا جو ازندگی کے تمام قوانین پر مشتمل ہے اور پھر یہ ایسے ملکوں میں پھیلا جہاں ہر قسم کے حکماء وفلاسفر موجود تھے۔ اور ان ملکوں کی تہذیب وتمدن رسم ورواج بھی مختلف تھے اور تقریباً چودہ سو سال کسی نہ کسی شکل میں اس پر عمل ہوتا آیا لیکن اس دین کے حکیمانہ قوانین اور معقولیت کی ہمہ گیری اور آب وتاب میں کوئی فرق نظر نہیں آیا۔ بلکہ ترقی یافتہ دشمنان اسلام میں سے بھی کسی انصاف پسند اور حقیقت شناس شخص نے قوانین اسلام کی معقولیت سے انکار نہیں کیا۔ ہم یہاں صرف مسٹر گبن کی تاریخ روما کی جلد ۵ باب ۵۰ میں سے اس کا ایک قول نقل کرتے ہیں وہ لکھتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت سب پر حاوی ہے وہ اپنے تمام احکام میں بڑے بڑے شہنشاہ سے لے کر چھوٹے گدا تک مسائل رکھتی ہے وہ شریعت ایسے دانش مندانہ اصول اور اس قسم کے عظیم الشان قانونی انداز میں مرتب ہے کہ سارے جہاں میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ قرآن صرف اصول مذہب کے لیے نہیں بلکہ احکام تعزیرات تمدن اور ان قوانین کے لیے بھی ہے جن پر نظم عالم کا مدار ہے۔

دین فطرت کا پانچواں معیار:

فطرت انسانی کا ایک اہم جزو عقل انسانی ہے جو اس کو عام حیوانات سے ممتاز کرتی ہے۔ اس لیے دین فطرت وہی ہوگا جس دین کے اصول عقل کے مطابق ہوں گے اور جس دین کے اصول خلاف عقل ہوں وہ فطری دین نہیں بلکہ خود ساختہ دین ہے۔ اسلام کا اصول ہے کہ خدا ایک ہے جملہ اوصاف میں مخلوق سے ممتاز ہے اور اپنی ذات اور صفات میں بے مثال ہے، اس کے بالمقابل مسیحیت کا یہ تصور کہ ایک عاجز انسان جو کھاتا پیتا ہے، یعنی حضرت مسیح، خدا ہے۔ چونکہ غذائے انسانی کی تیاری میں پوری کائنات کی مشینری کو عمل ودخل ہے اس لیے وہ درحقیقت کائنات کے ذرہ ذرہ کا محتاج ہے، لیکن اس کے باوجود مسیحیت نے اس کو اللہ قرار دیا اور الوہیت کے متعلق اس نے یہ تصور دیا کہ خدا ایک بھی ہے اور تین بھی اور تین ایک ہے اور ایک تین ہے۔ اسی طرح ہندو مذہب کا رام، مہادیو، وشنو کی تثلیث، بدھ مذہب میں بدھ کے متعلق تصور الوہیت سب خلاف عقل اور انسان کے فطری اصول کی ضد ہے۔ اس لیے قرآن نے ”**انما الٰھکم الٰہ**

واحد" "**ولیس کمثلہ شیٔ**" کہہ کر خدا کے متعلق تمام غیر فطری اور غیر عقلی عقائد و نظریات کی تردید کی اور اسلامی توحید خالص کا اعلان کر کے "**افلا تعقلون**" کے ارشاد سے اس کی معقولیت کا اظہار کیا۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ خلاف عقل اور چیز ہے اور ماورائے عقل اور چیز۔ خلاف عقل وہ چیز ہے کہ عقل اس کو غلط اور محال ٹھہراتی ہے۔ جیسے دو اور دو کا پانچ، یا تین کا ایک اور ایک کا تین ہوتا، یا مخلوق کا خدا اور خدا کا مخلوق ہونا۔ یہ سب خلاف عقل ہیں اور فطری مذہب میں ایسی کوئی بات نہیں ہوتی۔ دوئم: ماورائے عقل یعنی ایسی چیزیں جو اپنی جگہ صحیح ہیں لیکن ہمارے مشاہدے میں نہیں آئیں، اس لیے ہم ان کی حقیقت کو احاطہ کرنے سے قاصر ہیں جیسے معجزات اور آخرت۔ ان امور کا دین فطرت میں ہونا مضر نہیں بلکہ ہونا لازمی ہے کیونکہ یہ سب افعال باری تعالیٰ ہیں اور اللہ کے عظیم تصور قدرت کے پیش نظر عام افعال کے سلسلہ اسباب سے ان افعال کا بلند ہونا ضروری ہے۔ خود انسانوں میں سائنسدان جو عام انسانوں سے کچھ بلند ہیں ان کے عجیب و غریب افعال اور رصنائع عام انسانوں کے فہم سے بالاتر ہیں۔ مشاہدہ معیارِ صداقت نہیں، دور حاضر کے عجیب و غریب مصنوعات جو ایک حقیقت ہیں اگر دو سو سال قبل کے انسانوں کے سامنے بیان کئے جاتے تو وہ عدم مشاہدہ کی وجہ سے ضرور انکار کرتے اور ناممکن اور محال بتلاتے مگر کیا وہ اس انکار میں حق بجانب سمجھے جاتے؟ ہرگز نہیں۔ یہی حال معجزات عجیبہ اور عجائبات آخرت کا ہے۔ جو الٰہی قدرت و حکمت کے کارنامے ہیں یعنی افعال الٰہیہ ہیں۔ ہم نے خود ان کا مشاہدہ نہیں کیا اور اگر ان کی صحت و صداقت کو تولتے بھی ہیں تو انسانی قوت و قدرت کے ترازو پر تولتے ہیں، اس لیے انکار پر آمادہ ہو جاتے ہیں لیکن کیا انکار صحیح ہے؟ قطعاً نہیں۔ یہ انکار ایسا غلط ہے جیسا کہ چیونٹی کے سامنے کوئی یہ بیان کر دے کہ ایسا جانور موجود ہے جو ۲۰ من بوجھ اُٹھا سکتا ہے تو وہ اپنی قوت کو دیکھ کر یقیناً انکار کرے گی۔ لیکن فی الواقع ہاتھی اتنا بوجھ اُٹھاتا ہے۔ خواہ چیونٹی کو معلوم نہ ہو۔ الغرض نہ جاننا اور چیز ہے اور غلط جاننا اور چیز۔ دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے اول ماورائے عقل اور دوئم خلاف عقل ہے اس لیے سائنس اور دینِ حقیقی و فطری میں ٹکر نہیں ہو سکتی، اگر دین فطرت کوئی ایسی بات بیان کر دے جو سائنسی تجربات کے دائرے سے خارج ہے جیسے معجزات سابقہ اور آخرت کے عجائبات مستقبلہ تو زیادہ سے زیادہ سائنس یہ کہہ سکتی ہے کہ وہ ان کو نہیں جانتی لیکن یہ نہیں کہ وہ ان کے نہ ہونے کو جانتی ہے۔ علم کا نہ ہونا اور چیز ہے اور نہ ہونے کا علم اور چیز ہے۔ سمندر میں بے شمار مچھلیاں ہیں جن کو عدم مشاہدہ و تجربہ کی وجہ سے ہم نہیں جانتے لیکن یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان کا نہ ہونا ہم جانتے ہیں۔ مذہب پر اعتراض کرنے والے عموماً اس فرق سے بے خبر ہیں۔

دین فطرت کا چھٹا معیار:

انسان کی فطرت میں یہ امر موجود ہے کہ جب وہ اپنی کسی مشکل کو حل کر دینے میں تمام ظاہری اسباب سے قطعاً نا امید اور مایوس ہو جاتا ہے تو وہ فطرتاً ایک مخفی اور نامحسوس قوت کا سہارا لیتا ہے، جس کی قوت کو وہ مادی اسباب سے بلند تر سمجھتا ہے۔ اسی طرح ایک مظلوم اور کمزور انسان کسی طاقتور ظالم کے مقابلہ سے جب بے بس ہو جاتا ہے تو اُسی نامحسوس قوت قاہرہ کا آسرا اس کے قلب کو مطمئن کرتا ہے۔ اس لیے فطری مذہب وہی ہو سکتا ہے جس نے اس فوق الکل قوت

قاہرہ اور جامع الکمالات حاکم حقیقی کا ایک ایسا جامع تصور پیش کیا ہو، جو اپنی قوت وقدرت علم وحکمت میں یکتا ہو، جو ٹوٹے ہوئے دلوں کے لیے سہارا بن سکے اور قلوب کے لیے مرکزِ انجذاب ہو، اس کا علم وقدرت اس قدر وسیع ہو کہ انسانوں کا ہر فرد اپنے آپ کو اس کی زیر قدرت وحکومت سمجھے اور ہر شخص یہ سمجھے کہ میرے جملہ اعمال نیک وبد اس کے دائرہ علم میں ہیں۔ تاکہ وحدانیت الٰہی کا یہ عظیم تصور ہر انسان کی بلندی کردار کا محرک بن سکے۔ اور دُنیا میں اس تصور کی وجہ سے خیر وصلاح عام ہو اور شر وفساد کا دروازہ مسدود۔ اس فطری ضرورت کی تکمیل کا سامان صرف اسلامی توحید وتصور الوہیت میں موجود ہے لہٰذا اسلام ہی فطری مذہب ہے مسیحی الٰہیات کا یہ تصور کہ ایک عاجز انسان جو شکم مادر سے پیدا ہوا اور عام انسانوں کی طرح کھانے پینے یا بالفاظ دیگر کائنات کے ذرے ذرے کا محتاج تھا اور بقول مسیحیوں کے ایک انسانی حاکم کے ہاتھوں پھانسی پر چڑھا، ایسی ہستی کے تصور الوہیت سے مذکورہ فطری ضرورتیں کیونکر پوری ہوسکتی ہیں۔ یہی حال رام چندر، وشنو، مہادیو، گوتم بدُھ وغیرہ کی الوہیت کا ہے اس لیے قرآن نے **"لیس کمثلہ شیٔ"** کا اعلان کر کے محتاج مخلوق کی الوہیت کی دھجیاں بکھیر دیں اور انسان کو توحید باری جیسا عظیم تصور دیا۔ جس کے جلال وجمال قدرت مطلقہ اور حکمت بالغہ کے یقین سے وہ اپنے اندر ہر وقت ایک عظیم قوت اور پر کیف سکون محسوس کرتا ہے۔

دین فطرت کا ساتواں معیار:

انسانی فطرت اپنی پوری تاریخ میں خیر وشر، نیکی وبدی، ظلم وعدل شفقت واذیت کے درمیان فرق کو محسوس کرتی چلی آئی ہے اور اب تک اس فرق کے احساس پر اقوامِ عالم متفق ہیں۔ انسانی فطرت کو صرف ان امور کے درمیان فرق کا احساس نہیں۔ بلکہ فطرت انسانی کا یہ بھی تقاضا ہے کہ انسانی زندگی کے دائرے میں نیکی، خیر وعدل کا غلبہ ہو اور بدی شر اور ظلم مغلوب ہوں۔ ان دونوں فطری حقیقتوں کے پیش نظر انسان کا وجود فطری ایک ایسے دین اور لائحہ حیات کا متمنی ہے جس میں یہ اصلاحی قوت موجود ہو جو خیر کو شر پر غالب کر سکے۔ کیونکہ انسان کو فطرتاً صلح سے محبت اور فساد سے نفرت ہے۔ اسی جذبہ کے تحت ایسے نظام حیات کی تمنا فطرت میں موجود ہے جس میں اصلاح بشری کا پورا سامان موجود ہو اور ایسا نظام حیات صرف اسلام پیش کرتا ہے۔ اصلاح بشری کے لیے محرک بنیادی طور پر دو چیزیں ہیں۔ ایک ذہن بشری پر حاکمیت قاہرہ محیطہ کا استیلاء دوئم نتائج اعمال کا مؤثر یقین۔ ان دونوں چیزوں کا مکمل نظام صرف دین اسلام میں موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کے عملی دور میں صلاح وتقویٰ، نیکی وخدا ترسی کے جو نمونے اسلام کی تاریخ نے پیش کیے ہیں ان کی نظیر تاریخِ ادیان میں نہیں ملتی۔ جس کا دوست دشمن سب کو اعتراف ہے۔ صلح، جنگ، خلوت، جلوت، راحت ومصیبت کے تمام حالات میں ان کی صلاح وتقویٰ وخدا ترسی میں ذرا برابر فرق نہیں آیا ان سب تغیرات سے وہ گذرے لیکن ان کی روح صلاح وتقدس بے داغ رہی، حرص دُنیا جو تمام برائیوں کی جڑ ہے وہ ایسی کٹ گئی کہ بقول امام نووی عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں بیت المال سے محتاجوں پر انہوں نے روپے تقسیم کرنے کا اعلان کیا گیا لیکن رقم لینے کے لیے ایک فرد بھی نہ مل سکا۔ جس سے ایک طرف معاشی خوش حالی کا ثبوت ملتا ہے تو دوسری طرف باطنی طہارت وقناعت کا ثبوت کہ کسی ایک

فرد نے بھی دنیا لالچ میں آ کر یہ غلط دعویٰ نہیں کیا کہ وہ محتاج ہے۔ گویا ان کے قلوب لالچ سے پاک تھے۔

پہلی چیز کے سلسلے میں اسلام نے خدا کا ایسا عظیم تصور پیش کیا جس کی نظیر کسی مذہب میں موجود نہیں۔ انسان کو اس نے بتایا کہ تیرا اس دنیا میں آنا ایک محدود وقت میں ایک اہم مقصد کے لیے ہوا ہے جس کی ذمہ داری تجھ پر ڈالی گئی، وہ مقصد ایسا ہے کہ جس کو پورا کرنے میں تیرا ہی فائدہ ہے اور کسی کا نہیں وہ مقصد یہ ہے کہ انسان اسی دین فطرت پر چل کر دُنیا میں بھی کامیاب زندگی پر فائز ہو اور آگے چل کر اس کی یہ فانی زندگی حیات ابدی میں تبدیلی ہو کر لازوال بن جائے۔ چونکہ یہ نتائج دین خداوندی پر عمل کرنے سے حاصل ہوتے ہیں لہٰذا اسلام نے حاکمیت الٰہی کا وہ تصور پیش کیا جو انسان کو دین پر عمل کرنے کے لیے آمادہ کر سکے۔ دنیا میں جن احکام کی اطاعت کی جاتی ہے، یا تو اس وجہ سے کی جاتی ہے کہ وہ کسی صاحب اقتدار حاکم کے قوانین ہیں یا کسی حکیم اور دانا شخص کے بنائے ہوئے ہدایات ہیں یا کسی مشفق استاد یا والدین کی مشفقانہ پندو موعظت ہیں۔ اگر قوت وقدرت مدارِ اطاعت ہے تو خدا کے برابر نہ کسی کی حکومت ہے اور نہ قدرت اور اگر شفقت اور حکمت مدارِ اطاعت ہے تو انسان پر خدا سے بڑھ کر کوئی مہربان اور شفیق نہیں اور نہ ایسا حکیم۔ حدیث میں آیا ہے کہ ماں اپنی اولاد پر اس قدر مہربان نہیں جتنا کہ اللہ بندوں پر مہربان ہے۔ جب مذکورہ تین اسباب یعنی حاکمیت، رحمت وحکمت میں سے اگر ایک کمزور سبب بھی کہیں موجود ہو تو انسان خود بخود فطرتاً اطاعت کے لیے جھک جاتا ہے تو خالق کائنات میں جب یہ تینوں اسباب ایک ساتھ جمع ہیں اور علی وجہ الکمال جمع ہیں تو پھر کیوں کر انسان اس کی اطاعت کی طرف نہ جھکتا؟ یہ اطاعت دین کا ایجابی پہلو ہے اور سلبی پہلو یہ ہے کہ انسان حاکم اور مشفق اور حکیم کے احکام کی خلاف ورزی میں اپنا نقصان اور ضرر سمجھتا ہے اس لیے بغاوت اور نافرمانی نہیں کرتا تو مقام غور ہے کہ خدا کی بغاوتِ احکام اور قوانین میں انسان کے لیے کس قدر مضرتیں پنہاں ہوں گی۔ حاکمیت الٰہی کے اس عقیدے اور یقین کا جب رُوحِ انسانی پر پختہ رنگ چڑھ جاتا ہے تو وہ انسان ہو کر فرشتہ صفت بن جاتا ہے اور باقی انسانوں کے لیے مجسمہ رحمت ہو جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے تمام انسانوں کے لیے دنیا کی زندگی بہشت کا نمونہ بن جاتی ہے۔ دوسری چیز جو انسدادِ شر کے لیے ضروری ہے اور اصلاح بشری کے لیے محرک ہے وہ یہ ہے کہ اس فطری دین میں مجازاتِ اعمال کا ایسا مضبوط تصور موجود ہے جس میں خیر کے فوائد و نتائج اس قدر پُرکشش ہوں کہ انسان کو اعمال خیر کی طرف کھینچیں اور شر اور بدی کے نتائج اس قدر ہولناک ہوں کہ انسان دنیوی فوائد کے باوجود شر اور بدی کے قریب بھی نہ جا سکے۔ نتائج اعمال کا بیان فطرت انسانی کے لیے نیکی اور اصلاح بھی کر سکتا ہے اس لیے دین فطرت میں ترتیب نتائج کی معقولیت اور ان نتائج کی عظمت شان کیفاً و کماً ہر لحاظ سے موجود ہونا چاہیے۔ نتائج اعمال کی معقولیت کے سلسلے میں اسلام نے یہ ذہن نشین کرایا کہ آئندہ دور کی زندگی میں جنت کی پُرمسرت ابدی حیات دین الٰہی پر عمل کرنے کا لازمی نتیجہ ہے اور دوزخ کی پُرآلام زندگی دین فطرت کے ترک کا لازمی اثر ہے۔ گویا اعمال نیک میں حیات جاودانی کے خواص مضمر ہیں اور بدی میں ہلاکت جیسے معجون جواہر میں قوت اور سنکھیا میں ہلاکت کی خاصیت پوشیدہ ہے اور جو کوئی اس کو کھا لیتا ہے وہ اس کے خواص فطری سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ بلکہ اعمال چونکہ اجسام کی نسبت لطیف ہیں

اور ہر لطیف چیز کی تاثیر قوی ہوتی ہے۔اس لیے اجسام کی نسبت اعمال کے نتائج میں قوت بھی ہے اور دوام بھی۔اس لیے اس کے ظہور کامل کے لیے زندگی کا آنے والا دائمی دورحیات مقرر کیا گیا ہے اور اس دور فانی میں اس کو تحت الشعور نہیں لایا گیا۔پس مجازاۃ اعمال کا لازمی خاصہ ہے، منتقمانہ کارروائی نہیں۔اور اگر ہو بھی تو یہ فطری انتقام ہے قہری نہیں۔اس کے علاوہ نتائج خیر وشر اگر محدود الوقت ہوں تو وہ دنیوی اصلاح کے لیے کافی نہیں۔اسی طرح اگر ضعیف الاثر ہوں جب بھی اصلاح بشری کے لیے فطرتاً کافی نہیں۔کیونکہ نتائجِ اعمال آئندہ دور میں مرتب ہوں گے اور انسان کو نیک اعمال کے لیے جہاں دُنیا ہی میں اپنے بہت سے فوائد مرغوبات اور خواہشات کو قربان کرنا پڑتا ہے اگر مستقبل کے فوائد کو حال کے فوائد پر بلحاظ اثر و وقت برتری حاصل نہ ہو تو انسان نیکی کے لیے تیار نہیں ہوسکتا۔اس لیے اسلام نے نعماء جنت اور آلام نار کی برتری اور دوام کا اعلان کیا تاکہ انسان مستقبل کے قوی یقین اور دائمی فوائد پر حال کے چند روزہ معمولی فوائد کو قربانی کرنے کے لیے آمادہ ہوسکے۔اور یہی قربانی اور ایثار بشریت کی اصلاح وخوشی کا بنیادی سبب ہے۔

دین فطرت کا آٹھواں معیار:

انسان فطرتاً دو حیثیتیں رکھتا ہے۔ایک اپنے اندر کے اعتبار سے کل ہونے کی حیثیت اور دوئم پوری کائنات کا ایک حصہ ہونے کے اعتبار سے جزو کائنات ہونے کی حیثیت۔فطری مذہب وہی ہوگا جس نے انسانی فطرت کے دونوں پہلوؤں کے فرائض کو متعین کر دیا ہو۔انسان بحیثیت کل ہونے کے جسم وبدن رکھتا ہے۔اس لیے اس لحاظ سے وہ طبیعات کا موضوع بحث ہے، صاحب شعور وارادہ بھی ہے اس حیثیت سے حیوانیات کا موضوع ہے اور حیاتیات کے دائرہ میں آجاتا ہے۔اجتماعی ضرورتوں کے پیش نظر وہ تمدن کا محتاج ہے اس لیے وہ عمرانیات کا موضوع بحث ہے۔خوراک وپوشاک ودیگر ضروریات کی طرف محتاج ہونے کی وجہ سے وہ معاشیات کا موضوع بحث ہے۔اس کے علاوہ انسان ایک اخلاقی حس بھی رکھتا ہے اور اس کو ماوراء الطبیعاتی ہستی کی بھی جستجو ہے اس بناء پر وہ روحانیت کا بھی موضوع بن سکتا ہے۔

گویا ان تمام موضوعات کے اعتبار سے انسان ایک کل ہے لہٰذا انسانی زندگی کے مسائل حل کرنے میں اس کی تمام حیثیات پر نگاہ ڈالنا ضروری ہے تاکہ اس کی حقیقی خوشحالی کی دریافت ممکن ہوسکے۔لیکن دور حاضر اور خاص کر مغرب کا تقسیم پسند مزاج اس پر بلحاظ کل اور ہمہ جہتی کے نگاہ ڈالنا پسند نہیں کرتا بلکہ انسان کی ایک جہت وحیثیت کو لے کر انسانی مسائل کو حل کرنے کی کوشش کرتا ہے یا معاشی حیثیت یا اس کی حیوانی وعمرانی حیثیت کو۔جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ باوجود پوری جدوجہد کے اس کو انسان کے کسی ایک مسئلے کو حل کرنے میں کامیابی نصیب نہ ہوسکی۔ان حالات میں یورپ کی مثال اس ڈاکٹر کی ہے کہ وہ کسی انسان کے دماغ کی بیماری کا علاج صرف دماغ کی حیثیت سے تشخیص کردے اور اس کے مطابق دوائیں استعمال کرانا شروع کردے لیکن دواؤں کے مسلسل استعمال کے باوجود مرض میں کوئی فرق نہ آئے۔جو دلیل ہے کہ اس کی تشخیص ہی سرے سے غلط ہے اس لیے کہ اس نے صرف دماغ کی حیثیت سے تشخیص مرض کی حالانکہ دماغ کا تعلق معدہ سے بھی ہے جگر سے بھی اور دل کے اعصاب سے بھی اور ان تمام اعضاء کے لیے دماغ بمنزلہ ایک کل کے ہے۔اس لیے

باقی متعلقات سے دماغ کو الگ کر کے صرف دماغ کی حیثیت سے اس کا علاج کرنا نامعقول ہے۔ بعینہ یہی حال ہے انسان کا جب تک انسان کے کل حیثیات بلکہ اس کی زندگی کے سب ادوار دنیا، برزخ آخرت پیش نظر نہ ہوتو اس کی منفعت ومضرت کی صحیح تشخیص نہیں ہوسکتی۔ اسلام نے انسانی فطرت کی تمام حیثیات وادوار زندگی کے پیش نظر روحانی پہلو کے اعتبار سے اخلاق وعقائد وعبادات کے احکام دیے، حیوانات کے اعتبار سے حلال وحرام جانوروں کے احکام صادر کیے، معاشیات کے اعتبار سے اکتساب رزق اور تقسیم دولت کے منصفانہ ہدایات واحکام دیے اور متمدن ہونے کی حیثیت سے معاملات کے عادلانہ قوانین نافذ کیے کہ دنیا میں خوشحالی اور امن ہو اور آخرت کی پُر کیف اور دائمی زندگی کے بھی وہ گر اور طریقے بتلائے جو صرف اسلام ہی کا حصہ ہے۔ اور یہ سب قوانین ایسی جامعیت اور معقولیت کے حامل ہیں کہ روز بروز جدید تجربات کی روشنی میں بھی ان کی افادیت کے نئے نئے پہلو سامنے آتے رہتے ہیں۔

انسان کی دوسری حیثیت اس کے جز کائنات ہونے کی حیثیت سے ہے یعنی پوری کائنات کا وہ ایک اہم جز ہے۔ اس حیثیت سے انسان کے لیے دو قسم کے فرائض کا تعین ضروری ہے (۱): کائنات سے اس کا ربطہ، (۲): خالقِ کائنات سے اس کا تعلق۔ اسلام اور قرآن نے قسم اوّل کے متعلق اعلان کیا: "**خلق لکم مافی الارض جمیعا**"، "**وسخرلکم مافی السمٰوات والارض**" یعنی انسان کے لیے پوری کائنات علوی، سفلی، خادم کی حیثیت رکھتی ہے اور انسان ان سب کا مخدوم ہے۔ لہٰذا انسان کا فرض ہے کہ کائنات کو اپنا خادم سمجھے اور کائنات کے اندر قدرت کے ودیعت کردہ ذخائر سے استفادہ کرے لیکن ان کو اپنا مخدوم ومقصود نہ بنائے۔ اور خالق کائنات سے اس کا تعلق خادمانہ اور غلامانہ ہے اور یہی تعلق انسانی زندگی کا اصل مقصد ہے۔ "**وَما خلقت الجن والانس الا لیعبدون**" یعنی جنات اور انسانوں کی تخلیق خالق کائنات کی بندگی کے لیے ہوئی ہے۔ اگر انسان نے خدا کی بندگی اور اطاعت کو چھوڑا تو وہ اپنی زندگی کے مقصد سے محروم ہوا۔ یہ اس کی سب سے بڑی شقاوت ہوگی اور جس کا اثر حیات ابدی سے محرومی اور آلام ابدی میں مبتلا ہونے کے علاوہ یہ بھی ہوگا کہ اس بے لگام زندگی سے خودغرضی اور حرص اور ذاتی منفعت کا ایسا زہر انسان میں پیدا ہوگا کہ ایک انسان دوسرے انسان کے لیے مار وکژدم سے زیادہ مضر ثابت ہوگا اور انسان کی فطری امن پسندی کا کارخانہ درہم برہم ہوجائے گا۔ چنانچہ آج یورپ کی لادینی سیاست اور خدا فراموش نظام تعلیم کے اثرات سے انسانی تباہی کا یہ نظارہ ہمارے سامنے ہے۔ بقول اقبال:

یورپ از شمشیر خود بسمل فتاد زیر گردوں رسم لادینی نہاد
گرگے اندر پوستین برّہ ہر زمان اندر تلاش برّہ
مشکلات حضرت انساں ازوست آدمیت راغم پنہان ازوست

جب تک یہ لادینی نظام درہم برہم نہ ہوگا انسان کو کبھی چین نصیب نہ ہوگا،

گفتند: جہانِ ما آیا بتو می سازد؟ گفتم کہ نمی سازد، گفتند کہ برہم زن

دین فطرت کا نواں معیار:

تحفظ اور امن انسان کی فطرت میں داخل ہے اور جس طرح انسان کے لیے صحتِ بدن فطری چیز ہے اور مرض و بیماری اس کی فطرت کے خلاف چیز کا نام ہے اسی طرح انسان فرد ہو یا جماعت جب تک دائرہ حفظ و امن کے اندر ہو تو فطری حالت پر ہے اور جب اس کی ذات، وقار، عزت و مال کی حفاظت دامن کو خطرہ لاحق ہو جائے تو وہ اُس کو اپنے فطری تقاضا کے خلاف سمجھتا ہے۔ اس لیے اس کی مدافعت پر آمادہ ہو جاتا ہے اور جنگ وجدال وخونریزی تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ جیسا کہ جب مرض اس کی فطری صحت کو بگاڑتا ہے تو وہ مدافعت مرض کی کوشش کرتا ہے۔ اس امر کے پیش نظر انسان کا فطری مذہب وہ ہے جو انسان کے فطری تقاضائے امن کو پورا کرتا ہو اور یہ مذہب صرف اسلام ہے۔ اس لیے اسلام انسان کا فطری مذہب ہے۔ امن اور حفاظت حقوق کے لیے سب سے پہلے داخلی انتظام کی ضروریات ہے بعد ازاں خارجی انتظام کی۔ داخلی انتظام کے سلسلے میں سب سے اہم امر خود انسان کے ذہن وضمیر کو تبدیل کرنے کی ضرورت ہے جب تک باطن انسان کی اصلاح نہ ہو تو بیرون از انسان خواہ لاکھوں اصلاحی قوانین بن جائیں انسان کی ایسی اصلاح ناممکن ہے جس سے امن قائم ہو اور ظلم خلاف حقوق کا انسداد ہو۔ خواہ قوانین حکومت کے ہوں یا دین کے، کیونکہ انسانی اعمال کا اصل سرچشمہ انسان کا ذہن اور ضمیر ہے۔ جب سرچشمہ ہی گدلا ہو تو امن وحفظِ حقوق کا صاف پانی کیونکر اس سے پھوٹ سکتا ہے۔ اس امر کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ آج کل قوانینِ امن کی کس قدر کثرت ہے لیکن انسانی امن ناپید ہے۔ اسی راز کے پیش نظر اسلام نے قیام امن و اصلاح معاشرہ کا آغاز باطن انسان سے کیا ہے اور اس اصلاح کے لیے دو چیزیں بنیادی قرار دی گئیں۔ ۱) توحید الٰہی کا پختہ یقین۔ ۲) توحید بشریت کا مضبوط تصور۔

قرآن نے اعلان کیا: ''**انما الٰھکم اله واحد** '' کہ تمام انسان ایک حاکم حقیقی کی رعیت اور بندے ہیں اور ان کا خالق و مالک ایک ہی ذات ہے جو ہر صفت کمال سے موصوف اور نقص سے بری ہے۔ اب جو کوئی فرد یا جماعت یا حکومت کسی انسان پر ظلم کرے یا حق تلفی کرے تو وہ اس حاکم و مالک حقیقی کی بغاوت کرتا ہے جس کی گرفت سے ظالم کو کوئی نہیں بچا سکتا۔ کیونکہ وہ ایک ہی ہے اس کا کوئی مقابل نہیں جو ظالم کو پناہ دے سکے۔ اسلام نے یہ تصور بھی دیا کہ ظالم جو کچھ کر رہا ہے وہ اللہ جل مجدہٗ کے علم سے پوشیدہ نہیں بلکہ سب کچھ وہ اُس کے سامنے کر رہا ہے۔ **فلا تحسبن الله غافلاً عما یعمل الظالمون**۔ اعتقادِ توحید الٰہی درحقیقت انسان کے قلب وضمیر اور باطن میں ایک باخبر اور ہمہ وقت حاضر وناظر اور فوق الکل حکمران ہے جو اس کے اعمال کی نگرانی کرتا ہے۔ خواہ تنہائی میں ہو یا مجمع میں، خلوت میں ہو یا جلوت میں...... اس حاکم حقیقی کی گرفت کی تو یہ شان ہے:'' **واتقو ایوماً لاتجزی نفس عن نفس شیئاً ولا یقبل منها شفاعة ولا یوخذ منها عدل ولا هم ینصرون**'' (سورۂ بقرہ ۱۵)۔ یعنی ہر حال میں انسان اس اعتقاد ویقین کے اثر سے محسوس کرتا ہے کہ جُرم کی صورت میں ایسا حاکم اس کو دیکھ رہا ہے جس کے آگے نہ اثبات جرم کے لیے شہادت کی ضرورت ہے اور نہ ہی وکیلوں کی جرح کارآمد ہو سکتی ہے۔ نہ سفارش و رشوت

چل سکتی ہے، نہ کسی زور آور کا زور سزا اور جرم سے بچنے کے لیے کار آمد ہے۔ یہ سب ذرائع وہاں بے کار ہیں، جو انسانی حاکم کی گرفت سے بچنے کے لیے عام طور پر کار آمد سمجھے جاتے ہیں اور جن کی اُمید پر مجرم اقدامِ جرم کی جرأت کرتا ہے۔ تاریخی حقائق گواہ ہیں کہ توحیدالٰہی کے اس عظیم تصور کا رنگ جن کے دل ودماغ میں راسخ ہو گیا وہ خدا ترسی اور نیک عملی کے ایسے نمونے بن گئے کہ گویا انسانوں کی صورت میں زمین پر فرشتے پھر رہے ہیں۔

دوسری چیز انسانی وحدت کا یقین ہے۔ یورپ نے وحدت انسانی کو پارہ پارہ کر دیا اور رنگ قوم وطن کے امتیازات کی بنیاد پر ایک انسانیت سے صدہا قومیں بنائیں اور ایک کو دوسرے سے لڑایا اور اب تک لڑا رہا ہے لیکن اس کے باوجود نمائش کے لیے امن کا نعرہ بھی بلند کر رہا ہے۔ اسی طرح روس نے بھی انسانیت کو دو محاذوں میں تقسیم کیا۔ امراء وغربا اور ان دونوں طبقوں کو ایک دوسرے کے ساتھ برسرِ پیکار کر دیا اور انسانی کشت وخون کا یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔ چنانچہ روس نے قیامِ کمیونزم کے لیے صرف ابتدائی ایام میں 19 لاکھ افراد کو موت کی سزا دی، ۲۰ لاکھ افراد کو مختلف سزائیں دیں اور پچاس لاکھ افراد کو جلاوطن کر دیا گیا (سرمایہ دار اور اشتراکیت صفحہ ۵۲) کوریا کی معمولی جنگ میں مذکورہ طبقاتی تفریق کی بنیاد پر ۲۵ جون ۵۰ء سے ۱۴ مئی ۱۹۵۲ء تک پچاس لاکھ مرد عورتیں بچے ہلاک ہوئے اور ایک کروڑ مجروح ہوئے۔ (رپورٹ مندرجہ پاسبان کوئٹہ، ۲۰ مئی ۵۲ء) اسی طبقاتی جنگ میں چین میں ڈیڑھ کروڑ زمینداروں کو پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔ (پیرس کی اتحادی اسمبلی ۳ دسمبر ۱۹۵۰ء میں چینی نمائندہ کا بیان مندرجہ انجام ۵ دسمبر ۱۹۵۱ء) اسلام نے قیامِ امن کی بنیادی اساس کو استوار کرنے کے لیے وحدت بشری کا ان الفاظ میں اعلان کیا۔ **”انا خلقنا کم من ذکر و انثی وجعلنا کم شعوبا وقبائل لتعارفوا، ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم“** اس آیت میں بالترتیب تین چیزوں کو بیان کیا گیا ہے (۱) انسانی وحدت گویا افراد انسانی، ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں اور ایک ہی کنبہ ہیں۔ (۲) قومی اور نسلی امتیازات تعارف کے لیے ہیں۔ تحارب یعنی باہمی جنگ وجدال کے لیے نہیں (۳) انسانی افراد میں کوئی چیز معیار شرافت نہیں بجز خدا ترسی اور نیک کرداری۔ اگر ان تینوں امور پر سختی کے ساتھ عمل کیا جائے تو دنیا سے آج ہی تمام فسادات اور بدامنیوں کا خاتمہ ہوسکتا ہے اور انسان اپنے فطری امن کو پاسکتا ہے۔ بین الاقوامی اور بین الملکی امن کے لیے یہی ایک علاج ہے کہ کل قومیں اور حکومتیں اپنے بادشاہ حقیقی اور حاکم اصلی کی ماتحتی تسلیم کرلیں اور اسی کے قانون کے مطابق عمل اور برتاؤ کریں اور قومی وطنی، نسلی جانبداری تینوں کو توڑ دیں، خدا ترسی اور نیکوکاری کی حوصلہ افزائی کریں اور اسی کو معیار شرف وفضیلت تصور کریں تا کہ موجودہ خدا فراموش اور بے لگام حیوانی زندگی اور اس سے پیدا شدہ فسادات اور تباہیوں کا خاتمہ ہو سکے، جو غیر حق کی حاکمیت کا لازمی نتیجہ ہے۔

غیر حق چوں ناہی و آمر شود — زور ور بر ناتواں قاہر شود
ہم مسلمانان افرنگی مآب — چشمۂ کوثر بجویند از سراب
حکمتے کو عقدۂ اشیا کشاد — با تو غیر از فکر چنگیزی نداد
می نگنجد آنکہ گفت اللہ ہو — در حدود ایں نظام چار سو

جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاریؒ آخری قسط

امیر المومنین خلیفۂ راشد سیدنا عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ

خصائل: ابن سعد نے احنف بن قیس کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ایک روز ہم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک جاریہ (لونڈی) گذری لوگوں نے کہا کہ یہ امیر المومنین کی باندی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ امیر المومنین کی باندی نہیں ہے اور کیسی باندی جبکہ امیر المومنین کے لیے خداوند تعالیٰ کے مال میں سے باندی رکھنی حلال بھی نہیں ہے۔ ہم نے عرض کیا تو پھر کیا حلال ہے؟ آپ نے فرمایا کہ عمر کے لیے سوائے ان چیزوں کے اللہ تعالیٰ کے مال سے کچھ حلال نہیں ہے؛ دو کپڑے جاڑوں کے دو گرمیوں کے، حج اور عمرے کا خرچ، اپنا اور اپنے اہل وعیال کا کھانا اور یہ بھی مثل ایک مرد قریش، معمولی درجہ کے موافق کہ نہ امیر ہو نہ فقیر......اس کے بعد میری بھی وہی حیثیت ہے جو ایک معمولی مسلمان کی۔

خزیمہ بن ثابت کہتے ہیں کہ جب آپ کسی کو حاکم بنا کر کہیں بھیجتے تھے تو یہ شرط کر دیتے تھے کہ ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہو اچھا عمدہ کھانا نہ کھائے باریک کپڑا نہ پہنے ضرورت مندوں کے لیے اپنے دروازہ کو بند نہ رکھے اور اگر ایسا کیا تو سزا کا مستوجب ہوگا۔

عکرمہ بن خالد کہتے ہیں کہ حفصہ اور عبداللہ وغیرہ لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ آنجناب اچھا کھانا کھایا کریں تو حق تعالیٰ کے کام پر اور زیادہ قوی ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا سب کی یہی رائے ہے لوگوں نے عرض کیا کہ سب کی یہی رائے ہے آپ نے فرمایا تمہاری خیر خواہی کا مشکور ہوں لیکن میں نے اپنے دوستوں کو اسی شاہراہ پر چھوڑا ہے۔ اگر خدانخواستہ میں ان کی شاہراہ کو چھوڑ دوں تو ان دونوں کا مرتبہ میں نہیں پا سکتا کہتے ہیں کہ ایک سال ذرا خشک سالی ہوئی تو آپ نے اُس سال گھی اور روغن دار کھانا چھوڑ دیا۔

ابی ابن ملکیہ کہتے ہیں کہ عقبہ بن فرقد نے آپ سے اچھی غذا کھانے کے لیے عرض کیا تو آپ نے فرمایا افسوس ہے کہ میں چند اپنی نیکیوں کا بدلہ کھالوں۔

حسن کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بیٹے عاصم کے پاس آئے اور انہیں گوشت کھاتے دیکھ کر فرمایا یہ کیا کھا رہے ہو انہوں نے عرض کیا کہ میرا دل گوشت کو بہت چاہ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کیا جس چیز کو تمہارا دل چاہے گا وہی کھانے لگو گے؟ جو شخص ہمیشہ اپنی طبیعت کے موافق کھائے وہ آخرت میں چور سمجھا جائیگا۔

اسلم کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میرا دل تازہ مچھلی کو چاہتا ہے آپ کا غلام یرفا نامی اونٹ پر سوار ہو کر چار میل مچھلی لینے گیا اور ایک جھولا بھر کر مچھلی خریدی راستے میں لوٹتی دفعہ اپنے اونٹ کو نہلاتا

لایا۔آپ نے فرمایا کہ مچھلی ابھی رکھو میں اپنے اونٹ کو دیکھ لوں۔ چنانچہ آپ اونٹ کے پاس تشریف لے گئے اور آپ نے اونٹ کے کان کے نیچے جو پسینہ لگا ہوا تھا اسے دیکھ کر فرمایا تو اسے دھونا بھول گیا اور میری خواہش کی وجہ سے تونے اس جانور کو بے فائدہ تکلیف دی۔ واللہ میں اس مچھلی کو چکھ بھی نہیں سکتا۔

حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ اکثر حضرت عمر رضی تعالیٰ عنہ حالانکہ آپ خلیفہ تھے اُن کا پھٹا ہوا کپڑا جس میں چمڑے کا پیوند لگا ہوتا تھا۔ پہن لیتے تھے اور اسی طرح درہ لیے ہوئے بازار چلے جاتے تھے اور اہل بازار کو ادب اور تنبیہ کرتے تھے۔ اگر آپ کے سامنے ترکش کی پرانی رسی یا چھوارے کی گٹھلی آجاتی تھی تو اس کو اٹھا لیتے تھے اور لوگوں کے گھروں میں پھینک دیا کرتے تھے تاکہ لوگ پھر اس سے نفع اٹھائیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کرتے میں پیچھے مونڈھے کے پاس چار پیوند لگے ہوئے دیکھے۔

ابوعثمان نہدی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پانجامہ میں چمڑے کا پیوند لگا دیکھا۔

عبداللہ بن عامر بن ربیعہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا اثنائے سفر میں آپ منزل پر پہنچ کر کوئی خیمہ یا تنبو نہ کھڑا کرتے تھے بلکہ یوں ہی کسی درخت پر کوئی کملی یا کپڑے وغیرہ کا سائبان ڈال لیا کرتے تھے اور اس کے سایہ میں بیٹھ جاتے تھے۔ عبداللہ بن عیسیٰ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے پر روتے روتے دو سیاہ لکیریں پڑ گئی تھیں اور بعض دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی وظیفے کی آیت پڑھتے پڑھتے ایسے گرتے تھے کہ کئی دن تک لوگ بیمار پرسی کرنے آتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک باغ میں گیا ابھی میں دیوار کے اس طرف تھا اور حضرت عمر رضی للہ عنہ دوسری طرف کہ میں نے سُنا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرما رہے ہیں کہ اے عمر کہاں تو اور کہاں امیر المومنین کا رُتبہ۔ ذرا خدا سے ڈر ورنہ اللہ تعالیٰ تجھ کو سخت عذاب دیں گے۔

عبداللہ بن عامر بن ربیعہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور کہا کاش میں بھی تنکا ہوتا اور مجھے میری ماں نہ جنتی اور میں کچھ نہ ہوتا۔

عبداللہ بن عمر بن حفص کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ مشک کاندھے پر اٹھا کر لے چلے لوگوں نے کہا کہ یہ کیا؟ آپ نے فرمایا میری طبیعت میں تکبر وغرور پیدا ہو گیا تھا اس کو میں نے ذلیل کیا ہے۔

محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ آپ کے خُسر آپ کے پاس آئے اور انہوں نے چاہا کہ مجھے کچھ بیت المال میں سے دے دیں۔ آپ نے جھڑک دیا اور کہا کیا آپ چاہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ کے نزدیک میں خیانت کنندہ بادشاہوں میں شمار ہوں۔ پھر آپ نے ان کو اپنے مال سے دس ہزار درہم عطا کئے۔

خفی کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ زمانہ خلافت میں تجارت بھی کیا کرتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں عام الرمادہ (قحط کا سال) میں آپ نے گھی کھانا چھوڑ دیا۔ روغن زیتون کھانے سے ایک روز آپ کے شکم مبارک میں قراقر ہوا تو آپ نے انگلی مار کر فرمایا ہمارے پاس اس کے سوا اس وقت تک کچھ نہیں ہے جب تک قحط سالی موجود ہے۔ سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب فرمایا کرتے تھے مجھے سب سے زیادہ وہ شخص محبوب ہے جو میرے عیب مجھ پر ظاہر کرتا ہے۔ اسلم کہتے ہیں کہ میں نے عمر بن خطاب کو دیکھا کہ اپنے ہاتھوں سے گھوڑے کے کان پکڑ کر اس کی پشت پر کود کر بیٹھ جاتے تھے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کبھی نہیں دیکھا کہ آپ کو غصہ آیا ہو اور کسی نے اللہ کا ذکر کیا یا خوف خدا دلایا ہو یا قرآن شریف کی کوئی آیت تلاوت کی ہو اور آپ کا غصہ نہ اتر گیا ہو۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضرت اسلم سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق دریافت کیا کہ تم نے حضرت عمر کو کیسا پایا انہوں نے کہا کہ وہ سب سے اچھے آدمی ہیں مگر جب وہ غصہ کرتے ہیں تو پھر سنبھالنا مشکل ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس وقت وہ غصہ میں ہوتے ہیں تو تم کوئی آیت کیوں نہیں پڑھ دیا کرتے کہ ان کا سب غصہ اُتر جائے۔

احوص بن حکیم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے گوشت پیش کیا گیا جس میں گھی پڑا ہوا تھا آپ نے اس کے کھانے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ ہر ایک ان دونوں میں سے علیحدہ علیحدہ سالن ہے پھر دونوں کے ملا دینے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ تمام واقعات ابن سعد نے لکھے ہیں۔

ابن سعد نے حسن سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھے لوگوں کی اصلاح کا طریقہ آسان معلوم ہوتا ہے کہ میں ایک امیر کو دوسرے امیر کی جگہ تبدیل کر دوں۔

فتوحات: ۱۴ھ میں دمشق، حمص، بعلبک، بصریٰ ایلہ۔ ۱۵ھ/ میں اُردن، طبریہ، یرموک، قادسیہ۔ ۱۶ھ/ اہواز، مدائن، جلولا، تکریت، بیت المقدس، جابیہ، قنسرین، قلب، انطاکیہ، منبج، سروج، قرقیاء۔ ۱۷ھ/ اہواز کے بعض علاقے۔ ۱۸ھ/ نیشاپور، حلوان، رے، سماط، حران، نصیبین، جزائر، مُوصل اور اس کے اطراف۔ ۱۹ھ/ قیساریہ، ۲۰ھ/ میں مصر، اسکندریہ، تستر۔ ۲۱ھ/ دوبارہ اسکندریہ، نہاوند اور سارا عجم زیر نگین ہوا۔ پھر مشرکین عجم کی سرکشی تہ خاک دبا دی گئی۔ ۲۲ھ میں آذربائیجان، دینور، ماسیداں، حمدان، طرابلس، الغرب، ری، عشکر، قوس۔ ۲۳ھ/ عمان، سجستان، مکران کے پہاڑی علاقے، اصبہان اور اس کے اطراف فتح ہو گئے۔

دعا: اسی سال حج کیا اور منیٰ سے واپسی پر وادی ابطح میں اونٹ بٹھایا۔ اونٹ سے اترے اور زمین پر چت لیٹ گئے اور فرمایا اے اللہ میں بڑھا ہو گیا ہوں، قوتیں ضعیف ہو گئی ہیں، رغبتیں بکھر رہی ہیں، افکار منتشر ہو رہے ہیں، اس سے قبل کہ میں ناکارہ ہو جاؤں، عقل میں فتور آ جائے۔ مجھے اپنے پاس بلا لو، مجھے اپنے پاس بلا لو۔ مجھے اپنے پاس بلا لو۔ آمین

فتوحات کا کل رقبہ: ۲۳ لاکھ مربع میل، پانچ ہزار قلعے، وشہر چھوٹے بڑے ملا کر ۱۲ ہزار، ان میں سے ۷۰ فیصد صلح سے اور باقی جہاد وغزوہ سے۔ ان میں سب سے معرکہ آرا فتح ایران کی تھی۔ جس کے مشرک باسی مسلمانوں کی اہانت کرتے اور انہیں ٹھٹھول کرتے تھے پھر ایرانی مشرکوں کو ایسی عبرتناک شکست ہوئی کہ سر نہ اُٹھا سکے۔ اب خمینی کے اقتدار نے ان مشرکوں کو بہت شہ دی ہے۔ اور مشرکینِ ایران اسلام کے ماضی وحال کو کفر گردانتے ہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی فتوحات پر ایک شاعر نے کہا ہے:

بشکست عمر پشت ہزبران عجم را	عمر بن خطاب نے ایران کے ببر شیروں کی کمر توڑ کے رکھ دی
برباد فنا داد رگ و ریشہ جم را	جمشید وکیقباد وکیخسرو کا کروفر خاک میں ملا دیا
این عربدہ از غصب خلافت زعلی نیست	عجمیوں کی عرب سے جنگ خلافت علی رضی اللہ عنہ چھن جانیکی وجہ سے نہیں
با آل عمر کینہ قدیم است عجم را	آل عمر (اہل سنت) سے عجمیوں کا کینہ پرانا ہے۔

اللہ تعالیٰ آل عمر اہل سنت والجماعت کو ہمت وغیرت دے کہ وہ ایرانی کفر وشرک کا پھر سے خاتمہ کرنے کے لیے کمر بستہ ہوں (آمین)

تحریک تحفظ ختم نبوت ● ـــــــ ڈاکٹر محمد عمر فاروق

(1931ء ـــ 1946ء) جلد اوّل

● قیام پاکستان سے قبل برصغیر میں قادیانیت کے خلاف پہلی عوامی تحریک اور مجلس احرار اسلام کی تحفظ ختم نبوت کی جدوجہد کی مکمل تاریخ ● قادیان اور متحدہ ہندوستان میں قادیانیت کے تعاقب کی مستند سرگزشت ● قادیانیوں سے مجاہدینِ احرار وختم نبوت کی معرکہ آرائیوں کے مفصل تذکرے ● حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے خلاف قادیان میں تقریر پر مقدمہ کی مفصل روداد پہلی بار منظر عام پر ● تحریک تحفظ ختم نبوت کے اثرات ونتائج کا غیر جانبدارانہ تجزیہ ● ایک ایسی کتاب جس کے مطالعہ کے بغیر تحریک تحفظ ختم نبوت سے آگاہی ممکن نہیں ہے۔

صفحات: 572 قیمت-/1000 روپے

ملنے کا پتا: بخاری اکیڈمی، دار بنی ہاشم ملتان 0300-8020384

غلام مصطفیٰ (قسط:2)

امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا: **اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ ھَادِیًا وَاھْدِ بِہٖ** (ترمذی، ج:2 ص:247) ترجمہ: اے اللہ! معاویہ کو ہدایت دینے والا، ہدایت پر قائم رہنے والا اور لوگوں کے لیے ذریعۂ ہدایت بنا۔

اَللّٰھُمَّ عَلِّمْہُ الْکِتَابَ وَ مَکِّنْ فِی الْبِلَادِ (البدایہ والنہایہ، ج:8، ص:121) ترجمہ: اے اللہ! اس کو کتاب کا علم عطا فرما اور اس کو مختلف شہروں میں حکومت عطا فرما۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اسی دعا کا اثر تھا کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: **لو اصبحتم فی مثل عمل معاویۃ لقال اکثر کم ھذا المھدی** ترجمہ: اگر تم سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے حالات ومعاملات دیکھتے تو تم پکار اٹھتے کہ یہ مہدی ہیں۔

اسی کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خاص عقیدت مند ابواسحاق السبعی ان الفاظ میں فرمایا کرتے تھے: **لو ادر کتموہ او ادر کتم ایاہ کان المھدی** ترجمہ: اگر تم لوگ معاویہ رضی اللہ عنہ کو پالیتے تو پکار اٹھتے کہ یہی مہدی ہیں۔ (البدایہ والنہایہ، ج:8، ص:145)

اسی طرح کا قول سیدنا مجاہد رحمہ اللہ سے بھی منقول ہے، فرماتے ہیں: **لو ادر کتم معاویۃ لقلتم ھذا المھدی** ترجمہ: اگر تم معاویہ رضی اللہ عنہ کو پالیتے تو پکار اٹھتے کہ یہی مہدی ہیں۔ (العواصم، ص:205)

عبدالعزیز بن ولید بن سلیمان کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو سنا کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سیدنا معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کو والیٔ شام بنایا تو لوگوں نے کہا کہ کم عمری میں اس کو والی بنا دیا۔ تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے، اس (معاویہؓ) کو برامت کہو اور والی بنانے میں مجھے ملامت مت کرو، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرمارہے تھے، اے اللہ! معاویہ کو ہدایت یافتہ اور ہدایت کا ذریعہ بنا۔ (البدایہ والنہایہ، ص:112)

یحییٰ بن سعید فرماتے ہیں، میں نے اپنے جدِ امجد کو بیان فرماتے ہوئے سنا کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے بعد پانی والا برتن لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چل دیے، سیدنا ابوہریرہ بیمار تھے۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ وضو کرار ہے تھے، اتنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ یا دو دفعہ سر مبارک اوپر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے معاویہ! اگر تمہیں یہ امر خلافت سونپا گیا تو اللہ سے ڈرتے رہنا اور عدل کرنا۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ہمیشہ یہ سوچتا رہا کہ نبی علیہ السلام کے اس اشارہ کی وجہ سے میں ضرور آزمایا جاؤں گا، یہاں تک کہ واقعی آزمایا گیا یعنی خلیفہ بنا دیا گیا۔ (تفرد بہ احمد ورواہ ابوبکر ابن ابی الدنیا رواہ منہ)

عبدالملک بن عمیر کہتے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ خدا کی قسم مجھے امرِ خلافت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد نے آمادہ کیا۔ اِنْ مُلِکْتَ فَأَحْسِنْ. اگر آپ خلیفہ بنا دیے گئے تو لوگوں کے ساتھ بھلائی کرنا۔ (البدایہ والنہایہ، ج:8،ص:123)

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو خطبہ کے دوران یہ کہتے ہوئے سنا، فرمایا، مَیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کراتے ہوئے پانی ڈال رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک میری طرف اٹھا کر فرمایا: ’’دیکھو تم میرے بعد امرِ خلافت سے آزمائے جاؤ گے، جب ایسا ہو تو تم اِن مسلمانوں کے نیک لوگوں کے عذر قبول کیا کرنا اور اِن میں جو برے ہوں، ان سے بھی درگزر سے کام لینا۔‘‘ معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، مجھے ہمیشہ اس ارشاد کا یقین تھا، یہاں تک کہ میں اس مقامِ خلافت پر فائز ہوا۔

اللہ تعالیٰ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو قیامت کے دن ایسی حالت میں اٹھائیں گے کہ اُن پر نور کی چادر ہوگی۔ (کنز العمال، ج:6،ص:190)

بے شک سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو کوئی نہیں پچھاڑے گا، مگر معاویہ رضی اللہ عنہ سے پنجہ آزمائی کرنے والے کو (معاویہؓ) پچھاڑ دے گا۔ (کنز العُمال، ج:17،ص:87)

اے اللہ! معاویہ کو علم سکھا اور اُسے ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا۔ (کنز العُمال، ج:11،ص:748)

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے، تم جب معاویہ رضی اللہ عنہ کو دیکھو تو پس اس کی اطاعت کرو، پس بے شک وہ امانت دار اور امن والا ہے۔ اس کے سامنے اپنے معاملات پیش کرو اور اُنھیں اپنے معاملات کا گواہ بنالو، طاقت ور، امانت دار ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جبرائیل علیہ السلام، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور کہا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! معاویہ کو سلام کہو اور اُن کے حق میں حسنِ سلوک کی وصیت کرو، کیونکہ اللہ کی کتاب اور وحی کے امین ہیں اور کیا ہی اچھے امین ہیں۔ (البدایہ والنہایہ، ج:8،ص:120)

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپس میں ہم زلف تھے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ واُم المؤمنین میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کی بہن قریبۃ الصغریٰ، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیوی ہیں۔

1۔ میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا اُم المؤمنین، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ تھیں۔
2۔ اسماء بنت عُمیس رضی اللہ عنہا، یہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔
3۔ سَلمہ بنت عمیس رضی اللہ عنہا، یہ سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔
4۔ اُم فضل بن عمیس رضی اللہ عنھا۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔

5۔ قریبۃ الصغریٰ رضی اللہ عنہا، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔

اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا امیر حمزہ، سیدنا عباس، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہم اجمعین ہم زلف ہیں۔ یہ نو (9) سگی ماں جائی بہنیں تھیں، ان کا قبیلہ ''بنی خشعم'' تھا۔ ماں کا نام ہند بنت عوف تھا۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی شادی نہ کرنے کی بات من گھڑت ہے۔ شادی نہیں، کئی شادیاں کیں اور اولاد بھی ہوئی۔ شیعہ روافض نے کئی کہانیاں گھڑی ہوئی ہیں جو کہ سب کی سب جعلی ہیں۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی ازواج و اولاد بارے تفصیل ان شاء اللہ آگے آئی گی۔

بریلوی امام، اعلیٰ حضرت احمد رضا خان صاحب کا فتویٰ:

جو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرے، وہ جہنمی کتوں میں سے ایک کتا ہے، ایسے شخص کے پیچھے نماز حرام ہے۔ (احکامِ شریعت، ج:1،ص:91)

فضائل سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی مستند احادیث:

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں چند احادیث ہم قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرتے ہیں، جن کو اکابر محدثین رحمہم اللہ نے اپنی تصانیف میں درج فرمایا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

سیدنا عبدالرحمٰن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **أللّٰھُم علّمه الکتاب والحساب وقه العذاب.** ترجمہ: اے اللہ! معاویہ کو کتاب وحساب کا علم عطا فرما اور اُسے عذاب سے محفوظ فرما۔

امام ذہبی فرماتے ہیں: **ھذا الحدیث رواته ثقات لکن اختلفوا فی صحته عبدالرحمن والاظھر انه صحابی روی نحوه من وجوه آخر.** (تاریخ اسلام، ج:2،ص:309)

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: در احادیث نبی باسناد ثقات آمدہ، یعنی احادیث نبویہ میں ثقہ سندوں سے وارد ہوا ہے۔ (مکتوب دفتر اوّل، مکتوب:251)

سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: **أللّٰھم علّم معاویة الکتاب والحساب وقه العذاب.** ترجمہ: اے اللہ! معاویہ رضی اللہ عنہ کو کتاب وحساب کا علم دے اور عذاب سے محفوظ رکھ۔ (مسند احمد، ج:4،ص:157، تحت مسند عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ)

سیدنا عبدالرحمٰن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں یہ دعا فرمائی: **أللّٰھم اجعله ھادیا مھدیا واھد به.** ترجمہ: اے اللہ! سیدنا معاویہ کو ہادی بنا، ہدایت یافتہ فرما اور ان کے ذریعے دوسروں کو ہدایت عطا فرما۔ (جامع ترمذی، ص:574، کتاب المناقب، باب مناقب معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما)

ان احادیث پر حافظ ابن کثیرؒ کا تبصرہ: **واکتفینا بما اوردناہ من الاحادیث الصحاح والحسان والجیاد عما سواھا من موضوعات والمنکرات.** ترجمہ: ہم نے صحیح، حسن اور جید احادیث ہی کے ذکر پر اکتفا کیا ہے، موضوع، منکر روایات سے احتراز کیا ہے۔ (البدایہ والنہایہ، ج:8، تحت ترجمہ، معاویہ بن ابی سفیان)

تائیدات:

منقولہ بالا احادیث کے ساتھ ساتھ ہم سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں چند احادیث اور پیش کر رہے ہیں:

صحیح بخاری، **باب ما قیل فی قتال الروم،** میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے: **اوّل جیش من اُمتی یغزون البحر قد اوجبو.** ترجمہ: میری امت کا پہلا لشکر جو بحری جہاد کرے گا، انھوں نے (جنت کو اپنے لیے) واجب کر لیا۔ (بخاری، ج:1، ص:410، کتاب الجہاد، باب ما قیل فی قتال الروم)

اس بات پر اُمت کا اجماع ہے کہ اس ''اوّل جیش'' کے ''امیر جیش'' سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔ کیا یہ حدیث صحیح اُن کی فضیلت میں نہیں ہے؟ اور کیا ناقد کو اس طرح جنت کی سند حاصل ہے؟

حافظ ابن حجر عسقلانی اور حافظ بدرالدین عینی فرماتے ہیں: **قال المھلّب فی ھذا الحدیث منقبۃ لمعاویہ لانہ اوّل من غزا البحر.** ترجمہ: مہلّب نے کہا کہ اس حدیث میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی منقبت ہے کیونکہ وہی پہلے شخص ہیں، جنھوں نے سب سے پہلے سمندر پار جہاد کیا۔ (فتح الباری، ج:6، ص:102۔ عمدۃ القاری، ج:14، کتاب الجہاد، باب: ما قیل قتال الروم)

لہٰذا یہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے بہت بڑی فضیلت ہے اور اس دنیا میں بشارتِ جنت نہایت سعادت مندی ہے۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں عدمِ فضیلت کا قول کسی طرح درست نہیں۔

حضرت عبدالملک بن عمیر سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، اے معاویہ! جب تمھیں اقتدار نصیب ہو تو لوگوں سے حسنِ سلوک کرنا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ج:11، ص:148-147، کتاب الامراء)

درج بالا حدیث کے بارے میں علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں: یہ حدیث درجہ حسن میں ہے، جیسا کہ معلوم ہے اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں قابلِ استدلال ہے۔ (المطالب العالیہ، ج:4، ص:108، تحت باب فضائل معاویہ رضی اللہ عنہ)

تائید مزید:

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا کاتبِ وحی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالیہ سے جاری شدہ خطوط و فرامین کا کاتب ہونا، آپ رضی اللہ عنہ کی بڑی عظیم فضیلت ہے۔ سیرت کی کتابوں میں جہاں کاتبان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ ہے، وہاں آپ رضی اللہ عنہ کا نامِ نامی اسمِ گرامی بھی ہے۔ (الاستیعاب تحت الاصابہ، مجمع الزوائد، البدایہ والنہایہ، جوامع السیرت)

خدمت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سعادت کے آگے ساری دنیا کی دولت ہیچ ہے۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو بار بار یہ سعادت میسر آئی۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ کا واقعہ بیان کرتے ہیں: ''ایک مرتبہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک (مقص، لوہے کا ایک خاص قسم کا آلہ) کے ساتھ کاٹے۔ (صحیح بخاری، ج:1، ص:233، کتاب الحج، باب الحق والقصر عندالاحلال)

آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ بال مبارک اور ناخن مبارک بھی بطور تبرک موجود ومحفوظ تھے، جسے آپؓ نے اپنے کفن میں رکھنے کی وصیت کی تھی، جو پوری ہوئی۔ (تاریخ الخلفاء، مترجم، ص:70)

پھر غزوات (مثلاً حنین، طائف، تبوک) میں آپ رضی اللہ عنہ کی شرکت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے نسبی تعلقات، یہ وہ فضائل ہیں جنھیں ناقدین معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے باطن کی آلودگی سے کبھی گدلا نہیں کر سکتے۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ حجۃ الوداع میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔

پیر سید محمد کرم شاہ ازہری صاحب لکھتے ہیں:

پھر ظہر سے پہلے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ کی طرف اپنی ناقہ پر سوار ہو کر روانہ ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو بٹھایا ہوا تھا اور جا کر طواف افاضہ کیا، اسی کو طواف صدر اور طواف زیارت بھی کہتے ہیں۔ (ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج:4، ص:768، باب حجۃ الوداع)

ان سب کے علاوہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا نہ صرف صحابی بلکہ ایک فقیہ اور مجتہد صحابی رسول ہیں۔ یہ بذات خود ایک عظیم فضیلت ہے اور فضائلِ صحابہؓ میں قرآن کی جتنی آیات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جتنی احادیث موجود ہیں، وہ سب سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے ایک مستقل باب فضیلت رکھتی ہیں۔ ان فضائل کے ہوتے ہوئے اگر دوسرے فضائل نہ بھی ہوں، تو اس سے آپ کی شان میں کسی قسم کی کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یعنی ان لوگوں کی مراد یہ ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے خصوصی مناقب کے لیے عدم صحت حدیث کا قول ہے۔ ورنہ وہ تمام صحیح ومسلّم مناقب جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور قریش کے لیے کتاب وسنت میں علی العموم موجود ہیں، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ان میں داخل ہیں''۔

حافظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کا قول:

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ایک عرصہ تک دربارِ رسالت میں کتابت وحی کے فرائض انجام دیے اور بحیثیت کاتب ایک سو تریسٹھ احادیث کے راوی ہیں۔ آپ کے حوالہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے من جملہ سیدنا عباس، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر، جریر بجلی، نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہم اجمعین اور تابعین منجملہ ابن میسّب، حمید بن عبدالرحمٰن نے احادیث بیان کی ہیں۔ ہوشیاری اور بردباری میں مشہور تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں اکثر احادیث وارد ہیں، ترمذی نے ابن عمیر صحابی رضی اللہ عنہ کی زبانی لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے یہ دعا کی، اے اللہ! انھیں ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ بنا۔

احمد رحمۃ اللہ علیہ نے عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی زبانی لکھا ہے، میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اے اللہ! معاویہ کو کتاب اور حساب سکھا دے اور عذاب سے محفوظ رکھ۔

ابن ابی شیبہ اور طبرانی نے عبدالملک بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی لکھا ہے، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ اے معاویہ! جب تمھیں اقتدار نصیب ہو تو لوگوں سے حسنِ سلوک کرنا، اُس وقت سے مجھے امید تھی کہ میں خلیفہ ضرور بنوں گا''۔ (تاریخ الخلفاء، ص:65تحت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ)

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''باید دانست کہ معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہما یکے از اصحاب آنحضرت بود۔ او صاحب فضیلت جلیلہ وزمرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔ زنہار در حق او سوء ظن نکنی در ورطہ سب او نہ افتی تا مرتکب حرام نشوی''۔ رجمہ: جاننا چاہیے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابی سفیان ایک شخص تھے اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے اور زمرہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں بڑے صاحب فضیلت تھے، تم کبھی اُن کے حق میں بدگمانی نہ کرنا اور اُن کی بدگوئی میں مبتلا نہ ہونا ورنہ تم حرام کے مرتکب ہو گے۔

۱۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے کہا کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما کو برا کہنا اتنا بڑا جرم ہے، جتنا بڑا جرم سیدنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو برا کہنا ہے۔ (صواحق محرقہ، ص:102، شفا، ص:2/555)

۲۔ ایک صحابی نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے عین مشابہ نماز سوائے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے کسی کی نہیں دیکھی۔ (منہاج السنہ، ص:185، ج:3)

۳۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے قسم کھا کر کہا، حضرات خلفاءِ راشدین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے افضل تھے اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ، سرداری کی صفت میں اُن سے بڑھ کر تھے۔ (الاستیعاب)

۴۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑا سردار کسی کو نہیں دیکھا۔ (الاستیعاب)

۵۔ فاتح عراق وایران سیدنا سعد بن ابی وقاص نے فرمایا: میں نے اس شہید مظلوم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد دروازہ والے یعنی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ حق فیصلہ کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ (البدایہ والنہایہ، ج:8، ص:123)

۶۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا، میں نے ملکی حکومت کو زینت دینا والا سیدنا معاویہ رضی اللہ

عنہ سے زیادہ کوئی نہیں دیکھا۔ (البدایہ والنہایہ)

۷۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، میں نے ملک کے لیے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ لائق اور موزوں کوئی نہیں دیکھا۔ (تاریخ بخاری)

۸۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ہدایت یافتہ اور ذریعہ ہدایت فرمایا، اس لیے کہا کہ انھوں نے مسلمانوں کا خلیفہ بننا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُمت پر بہت شفیق ہیں۔ (ازالۃ الخفا ص:73، ج:1)

۹۔ اے اللہ معاویہ! کو جنت میں داخل فرما، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مبارک دعا ہے۔ (تعلیق علی العواصم، ص:206)

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاریخ ساز اصلاحات وفتوحات:

1۔ اسلامی بحری بیڑے کا قیام
2۔ بڑے بڑے اخلاقی مجرموں کے لیے خصوصی پولیس سی، آئی، ڈی سٹاف کی بنیاد
3۔ دس بڑی بڑی سلطنتوں کے 5400 علاقوں پر اسلامی پرچم لہرایا
4۔ عرب میں زراعت کو فروغ دے کر بڑی بڑی نہروں اور بندوں کا قیام
5۔ محکمہ رجسٹرار اور نقول کا قیام
6۔ جہاز سازی کے کارخانے
7۔ دنیا کا سب سے بڑا شہر ''قیساریہ''، جس کے تین سو بازار تھے اور جس کی حفاظتی پولیس کی تعداد ایک لاکھ تھی، اس پر اسلامی حکومت قائم کی گئی
8۔ خانہ کعبہ پر سب سے پہلے دیبا اور حریر کا غلاف چڑھایا گیا
9۔ احادیث جمع کرنے اور دینی شعائر کے تحفظ کے لیے باقاعدہ محکمہ کا اجراء
10۔ شکایات سیل کا قیام
11۔ حفاظتی قلعوں کی تعمیر
12۔ سرما اور گرما افواج کی تشکیل
13۔ بری اور بحری فوج کی بنیاد
14۔ پارلیمنٹ کا قیام

معاویہ رضی اللہ عنہ ایک دانش مند شخص تھے:

جن کی دانش مندی، اُن کی آنکھوں پر اغراض کا پردہ نہیں پڑنے دیتی تھی۔ حکیم الطبع تھے، جن کی بردباری اُنھیں طاقت کے استعمال سے روکتی تھی۔ وہ بالغ نظر تھے، جن کی حکومت سے لوگ مانوس ہو گئے تھے اور جنھوں نے

اپنی خوش کلامی اور حسنِ تدبیر سے عوام کا دل موہ لیا تھا۔ (عمر فاروق اعظم، مؤرخ مصری محمد حسین ہیکل، ص: 357)

ایک شیعی مؤرخ ابن طبائی کا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بارے تاثر:

باوجود ایک مقتدر اور عظیم المرتبت فرماں روا ہونے کے سیدنا معاویہ نے سادہ مزاج پایا تھا۔ وہ ہر موقع پر اپنے اور دوسرے مسلمانوں کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے تھے، ہر شخص سے نہایت مہربانی اور لطف و کرم سے پیش آتے تھے، خواہ وہ کیسا ہی ادنیٰ درجہ کا آدمی ہو، ان کی یہ ہمدردی ایسے شخص کے ساتھ اس وقت اور بھی بڑھ جاتی تھی جب کوئی بے حیثیت آدمی اُن کے سامنے کوئی شکایت کرتا، مساوات میں ''بین المسلمین'' کے نہایت سختی سے قائل تھے۔ (سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ، مطبوعہ: سعادت گنج لکھنؤ، شیعی مؤرخ ابن طبائی)

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی یزید کو آخری وصیت:

بیٹا! سیدنا حسین رضی اللہ عنہ، تیرے مقابلے میں آئیں تو اُن سے درگزر کرنا، عزت و محبت سے پیش آنا، وہ جگر گوشۂ رسول اللہ اور تیرے قرابت دار ہیں۔ (شہدائے کربلاء، ص: 6، مطبوعہ: امامیہ مشن لکھنؤ)

ایک خدا رسیدہ بزرگ نے خواب دیکھا کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد خلفاءِ راشدین ترتیب وار بیٹھے ہیں، اتنے میں ایک شخص آیا جسے دیکھ کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ شخص ہماری توہین کرتا ہے، اس نے کہا نہیں نہیں، میں تو معاویہ کی توہین کرتا ہوں، یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم غصے میں آ گئے اور فرمایا کیا معاویہ میرا صحابی نہیں ہے؟ پھر حکم دیا اس گستاخ کو سخت سزا دی جائے۔ (البدایہ والنہایہ، ج: 8، ص: 140)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ امورِ مملکت میں ماہر کسی کو نہیں دیکھا، آپ سے کہا گیا؟ کیا ابوبکر، عمر، عثمان و علی رضی اللہ عنہم کو بھی؟ آپ نے فرمایا، وہ سب سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے افضل اور بہتر تھے لیکن سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ''طریق جہاں بانی'' میں اُن سے لائق تھے۔ (اُسد الغابہ، ج: 4، ص: 486)

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا رعایا سے سلوک بہترین حکمرانوں کی طرح تھا اور آپ کی رعایا کو آپ سے محبت تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمھارے بہترین امام وہ ہیں جن سے تم محبت کرو اور وہ تم سے محبت کریں، تم ان کے لیے دعائیں کرو، وہ تمھارے لیے دعائیں کریں اور تمھارے بدترین امام وہ ہیں جن سے تم بغض رکھو اور وہ تم سے بغض رکھیں اور تم ان پر لعنتیں بھیجو اور وہ تم پر لعنتیں بھیجیں۔ (شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ، منہاج السنۃ، ج: 3، ص: 189)

مسلمانوں کی خانہ جنگیوں میں خلافت راشدہ کی دل نواز، نظر افروز تصویر کا ایک چوکھٹا ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تھا، تاہم سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے حسنِ تدبر سے اصل تصویر باقی رکھنے کی جو کوشش کی، وہ بہر حال قابلِ داد ہے۔ (تاریخ ملت، ج: 3، ص: 50)

پروفیسر عبدالواحد سجاد

افغانستان کے نئے بہی خواہ اور طالبان

کیا کریں پھر بھی اگر ہم کو نہ پہچانے کوئی؟

درد سے، یادوں سے اشکوں سے شناسائی ہے ۔۔۔ کتنا آباد مرا گوشۂ تنہائی ہے
خار تو خار ہیں کچھ گل بھی خفا ہیں مجھ سے ۔۔۔ میں نے کانٹوں سے الجھنے کی سزا پائی ہے
میرے پیچھے تو ہے ہر آن یہ خلقت کا ہجوم ۔۔۔ اب خدا جانے یہ عزت ہے کہ رسوائی ہے

لوحِ حافظہ پہ ان اشعار کی دستک اس پس منظر میں ہوئی کہ طالبانِ افغانستان نے دو عشروں پر محیط جنگ میں امریکا کو ناکوں چنے چبوائے، ہمارے دانشوروں کی وہ لاٹ جو ٹیکنالوجی کی دنیا میں سانس لیتی اور اس کو عملاً خدا مانے ہوئے تھی۔ وہ طالبان کی کامیابیوں کو نوکِ قلم پر لانا گناہ سمجھتے تھے۔عقیدے اور ٹیکنالوجی کی جنگ میں وہ ظالم کی صفوں میں کھڑے اس ظلم کو رحم بنا کر پیش کیا کرتے تھے۔ایک طرف 48 سے زائد ممالک ہوں اور ان کی قیادت سپر پاور کر رہی ہو اور وہ جدید ترین بموں، ہتھیاروں، میزائلوں اور دوسرے حربی آلات سے لیس ہوں تو ان کے نزدیک پگڑی، ٹوپی اور شلوار قمیض پہننے والے نہتے کیسے ان کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔

ماضی میں افغانستان میں مجاہدین کی کامیابیوں کو وہ امریکا اور مغربی ممالک کی امداد کا نتیجہ قرار دیتے رہے اور پاکستان کے عسکری اشرافیہ کی ''ڈبل گیم'' کا مرہونِ منت قرار دینا ان کا معمول تھا۔اس بار وہ سب کچھ نہ تھا، پرویز مشرف کے یوٹرن نے محسنوں کو مجرموں کی صف لا کھڑا کیا تو یہ زرد صحافت کے علم بردار دہشت گردی کی نام نہاد جنگ میں ڈالروں اور پونڈوں کی چمک سے جن کی آنکھیں خیرہ ہو رہی تھیں، ''سب سے پہلے پاکستان'' کے پرویزی نعرے کو حکمت سے تعبیر کیا کرتے تھے۔طالبان کے ساتھ جس طرح ذلت آمیز برتاؤ کیا گیا، اس پر کسی کا ضمیر جاگا نہ کوئی خامہ فرسائی دیکھنے کو ملی۔ملا عبدالسلام ضعیف جیسے سفارت کار کے ساتھ برتا جانے والا رویہ بھی ان کے ضمیر کو نہ جھنجھوڑ سکا۔عافیہ صدیقی اور اس قبیل کے لوگوں پر جو ذہنی، جسمانی اور جنسی تشدد کیا گیا، کسی کو بھی انسانی حقوق یاد نہ آئے۔مکافاتِ عمل سے کوئی نہیں بچ سکتا، پرویز مشرف دبئی کے ہسپتال میں بے بسی اور لاچاری کی تصویر بنا ہوا ہے اور اس کا ممدوح امریکا جس انداز سے بگرام ائیر بیس سے رات کی تاریکی میں جس طرح نکلا، وہ اب تاریخِ عالم کا حصہ ہوگا۔اسے افغانستان کی لوک داستانوں میں ذلت کے عنوان سے ہی یاد کیا جائے گا۔

ڈیڑھ لاکھ اتحادی افواج، پاکستان کے ہوائی اڈوں اور زمینی امداد، بلیک واٹر کی تعیناتی سے ظلم وستم کا جو بازار گرم کیا، قیدیوں پر تشدد اور ان کی گردنیں کاٹ کر ان کے جسموں کو تڑپتے ہوئے دیکھ کر اپنی تفریح کا سامان کیا، ان کے سروں کی ٹرافیاں تک بنائی گئیں، جنازوں پر حملے، شادی کی تقریبات میں میزائل داغے گئے، گلی میں کھیلتے بچوں کو

کھلونا بموں اور ڈرونز سے نشانہ بنایا گیا۔ 7 اکتوبر 2002ء سے اپریل 2021ء تک افغانستان میں دو لاکھ اکتالیس ہزار مصدقہ اموات ہوئیں، ان میں سے اکہتر ہزار 344 عام شہری کی اموات ہوئی، ان میں 47245 افغانستان اور 24099 پاکستان میں مارے گئے۔ ان میں 69000 اہل کار افغانی اور 9314 پاکستانی تھے۔ 84191 حکومت مخالف لوگوں کی اموات ہوئیں جن میں 51101 افغانستان میں اور 33000 پاکستان میں ہوئیں۔ 3586 غیر ملکی فوجی ہلاک ہوئے، ان میں سے 2442 امریکی اور ایک ہزار 144 دیگر ممالک کے فوجی تھے۔ اقوام متحدہ کے محتاط ترین اندازے کے مطابق 7792 بچے اس جنگ میں مارے گئے اور 18662 زخمی ہوئے۔ 3219 خواتین جنگ کا ایندھن بنیں اور 7000 زخمی ہوئیں، افغانستان کی تین کروڑ 80 لاکھ آبادی میں سے 40 لاکھ افغانی اندرون ملک در بدر اور 27 لاکھ ملک چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔ یورپ سے باہر نیٹو اتحاد کی یہ طویل ترین فوجی مہم تھی اور امریکا کی دوسو سالہ تاریخ میں یہ سب سے طویل جنگ تھی، چار امریکی صدور اور چھے امریکی حکومتیں اس بیس سالہ جنگ کے دوران تبدیل ہوئے۔ ایک لاکھ 40 ہزار اتحادی فوجی افغانستان کی جنگ میں شامل رہے۔ 22 ہزار 562 امریکی کنٹریکٹرز (کرائے کے فوجی) اس کے علاوہ تھے۔

ان نقصانات کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جس افغان جنگ میں افغانیوں کا جو جانی و مالی نقصان ہوا وہ ہوا، مگر پرویز مشرف کی غلامانہ حکمت عملی نے پاکستان کو نقصان پہنچایا وہ بھی طالبان کے کھاتے میں ڈالا گیا، لیکن سوال یہ ہے کہ افغانستان کے نئے خیر خواہوں نے اقوام متحدہ کے چارٹر، جنیوا کنونشن، حقوق انسانی کے عالمی ضوابط کی پامالی اور دوسرے عالمی پروٹوکول کی دھجیاں اڑانے پر کوئی ایک حرف بھی لکھا؟ انخلاء کے اعلان کے بعد بھی امریکا سے نہ جانے کی فریاد کرتے رہے۔ ٹیکنالوجی کی برتری پر اتنا بھروسہ تھا کہ اور کوئی راہ نہیں سجھائی دے رہی تھی، وہ امریکہ کی وظیفہ خواری میں بھول گئے کہ خدا کی طاقت کے سامنے ہر طاقت بے بس ہے مگر انھیں خدا پر یقین ہوتا تو وہ صرف امریکی ٹوکری میں ہی انڈے نہ دیتے۔

بگرام ائیر بیس سے امریکا نے جیسے انخلا کیا، وہ ان عاشقان زار کے لیے سوہانِ روح ہے، وہ شکوہ کناں ہوں بھی تو کس سے؟ وہ اب حق نمک ادا کرتے ہوئے طالبان کے اقتدار کو ''خانہ جنگی'' سے تعبیر کر رہے ہیں، لڑنے والے طالبان تھے، تو امن کی چابی بھی انھی کے پاس ہے، افغانستان کے غم میں ان نومولود دانش وروں کو گھلنے کی ضرورت نہیں۔ ایران میں طالبان افغان حکومت کے ساتھ بیٹھ کر پُر امن حل کی بات کر رہے ہیں تو مستقبل کا ناک نقشہ بھی انھی کے ہاتھوں تشکیل پائے گا۔ باقی طالبان کو ایسے خیر خواہوں کی ضرورت تھی نہ ہے، کیونکہ

سب ہماری خیر خواہی کے علم بردار تھے
سب کے دامن پر ہمارے خون کی چھینٹیں ملیں
جاں تک دی وفا کی راہ میں ہم نے حفیظؔ
کیا کریں پھر بھی اگر ہم کو نہ پہچانے کوئی

فرحان الحق حقانی

گھریلو تشدد بل......خاندانی نظام کی تباہی

بلاشبہ اسلام ہر انسان کے جان و مال کے تحفظ کا ضامن ہے۔ تمام انسانوں کی ذمہ داریوں کا احساس دلاتا ہے۔ اسلام کسی بھی شخص کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ اپنے ماتحتوں پر ظلم کرے یا انہیں غلام بنا کر رکھے۔ انسانی جان و مال کے تحفظ پر مشتمل اسلامی عائلی قوانین کی موجودگی میں کسی بھی معاشرے کو نئے قوانین بنانے کی ضرورت پیش نہیں آ سکتی۔ اس کے باوجود گذشتہ دنوں وطن عزیز اسلامی جمہوریہ پاکستان کے ایوان بالا (سینٹ) میں ڈومیسٹک وائیلینس بل (گھریلو تشدد کی ممانعت اور تحفظ کا بل) کثرت رائے سے منظور کیا گیا۔ معاشرے کے ہر فرد کو تحفظ فراہم کرنے کے متعلق حکومتی سوچ اور اقدام واقعی قابل ستائش ہے، مگر اس کا طریق کار غلط اور نا قابل تسلیم ہے، کیونکہ ایکٹ کے مطابق والدین اپنی اولاد کے ذاتی معاملات میں دخل اندازی نہیں کر سکتے۔ کہ اس قانون کے نتیجے میں اولاد کے کسی معاملے میں شک کا اظہار کرنا یا کسی غلط کام پر منع کرنا، نافرمانی کی وجہ سے ڈانٹ ڈپٹ کرنا جرم ہوگا۔ اسی طرح خاوند کا اپنی بیوی سے غصے سے بات کرنا اور اونچی آواز میں بولنا جرم تصور ہوگا۔ اس جرم پر والدین اور خاوند کو گھر سے دور رہتے ہوئے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا ہوں گی۔ اس پورے بل کا خلاصہ یہ ہے کہ گھر کے کسی فرد کو یہ حق حاصل نہیں ہوگا کہ وہ اپنے چھوٹے کو کسی غلطی پر سرزنش کرے۔ گھر کا ہر فرد اپنے معاملے میں آزاد ہوگا، چاہے گھر کا نظام ہی کیوں نہ برباد ہو رہا ہو۔ اسی طرح لڑکے، لڑکیوں کو کھلے عام ملنے جلنے اور ان کے ناجائز تعلق کو تحفظ دینے، والدین کا بچوں کو اچھے برے سے ڈانٹنے پر والدین کیخلاف قانونی کارروائی اور بیوی کی شکایت پر خاوند کو کڑا پہنانے اور ہتھکڑیاں لگانے سے معاشرہ ٹھیک ہونے کی بجائے مزید تباہی کا شکار ہوگا۔ لامحالہ یہ بل خاندانی نظام کو تباہ کرنے، خونی رشتوں کا پاس ختم کرنے اور معاشرے میں بے حیائی کی کھلی اجازت دینے کے مترادف ہے۔

اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کہ بعض خاندانی روایات میں عورتوں پر بلاوجہ ظلم کرنے اور وٹہ سٹہ نامی ایسی رسومات شامل ہیں جن کا سدباب انتہائی ضروری ہے مگر گاؤں اور دیہات کے اکا دکا پرتشدد واقعات کو بنیاد بنا کر ایسے قوانین متعارف کروانا جن میں رشتوں کا تقدس ہی نہ رہے، نا قابل تسلیم ہیں۔ گھریلو تشدد بل کی مخالفت کا مقصد ہرگز یہ نہیں ہے کہ گھر کے سربراہ کو کھلے عام تشدد کی اجازت دے دی جائے یا شوہر کو اجازت دے دی جائے کہ وہ اپنی بیوی ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے۔ یہاں تنقید صرف طریقہ کار پر ہے۔ کیا ہی خوب ہوتا کہ ان قوانین کو مغرب کے سانچے میں ڈھال کر پیش کرنے کی بجائے اسلامی عائلی قوانین اجاگر کیے جاتے اور اس پر عملدرآمد کروانے کی مہم چلائی جاتی۔ اس

سے ایک فائدہ تو یہ ہوتا کہ مذہبی طبقہ کی جانب سے بھی اس اقدام کو سراہا جاتا اور منبر و محراب سے بھی اس کی تائید کی صدا بلند ہوتی، مگر حکومت نے اسلام اور قوانین اسلام کو پس پشت ڈالتے ہوئے انتہائی سرعت کے ساتھ مغربی آقاؤں کے دباؤ میں آ کر مشرقی تہذیب کو مغربی تہذیب میں ڈھالنے کی کوشش میں غیر اخلاقی اور قرآن و سنت کے منافی قوانین پاس کر کے فکری غلامی کا ثبوت پیش کیا ہے۔ اگر واقعی خاندانی نظام کو بہتر بنانے کی سوچ اور نظریہ ہوتا تو قطعی طور پر اس طرح کا بل پاس نہیں ہوتا۔ اس بل کا مقصد مغربی آقاؤں کی غلامی میں بے حیائی کے کلچر کو فروغ دینا ہے۔

اگر حکومت واقعی گھریلو شہریوں کو تشدد سے تحفظ فراہم کرنا چاہتی تو اس کے کئی اور طریقے اور ذرائع ہو سکتے ہیں۔ اس کا ایک ذریعہ تو شعور پیدا کرنے کی کوشش ہے۔ اگر میڈیا بار بار مثبت انداز میں شعور بیدار کرے تو کوئی بعید نہیں کہ معاشرہ انتہائی تیزی کے ساتھ امن و سکون کی راہوں کی جانب رواں دواں ہو سکے۔ اسی طرح پاکستانی ڈراموں میں خاندانی اور گھریلو جھگڑے اجاگر کرنے کی بجائے ان مسائل کا حل اور جھگڑے ختم کرنے کے طریقے بتائے اور دکھائے جائیں، زوجین کے درمیان ہونے والی معمولی معمولی باتوں کو نظر انداز کرنے پر ذہن سازی کی جائے، تو اس سے بھی انتہائی تیزی سے بہتری آنے کی امید ہے۔

مشاہداتِ قادیان

مولانا عنایت اللہ چشتی رحمہ اللہ

● قادیان میں مجلس احرار اسلام کی اوّلین صدائے حق ● دفتر کا قیام ● تاریخی احرار تبلیغ کانفرنس کا انعقاد ● قادیانیوں کے ساتھ مناظرے اور مقابلے ● قادیان کے مسلمانوں میں جرأت واستقامت کی روح پھونکنے کے ایمان پرور تذکرے ● کفرستانِ قادیان میں احرار کے پہلے مبلّغ مولانا عنایت اللہ چشتی رحمہ اللہ کے قلم سے قادیان میں تحفظ ختم نبوت کی تاریخ ساز جدوجہد ● تحریک تحفظ ختم نبوت کی نوسالہ مقدس جدوجہد کے عینی شاہد اور میدانِ عمل میں دادِ شجاعت دینے والے عظیم مجاہد کی زبانی۔

صفحات: 400 قیمت-/600 روپے

ملنے کا پتا: بخاری اکیڈمی، دار بنی ہاشم ملتان 0300-8020384

شاعر اہل سنت علامہ اثر زبیری مرحوم

جنازۂ شہید

امام الشہداء والمظلومین، داماد رسول، خلیفۂ ثالث و برحق، امیر المؤمنین، سیدنا عثمان بن عفان سلام اللہ و رضوانہٗ علیہ
تاریخ شہادت: 18 ذوالحجہ 35ھ مدینہ منورہ، مدفن: جنت البقیع

جو گوش حق نیوش ہے تو آہِ دل گداز سن — صدا شکست دل کی ہے نوائے نَے نواز سُن
سلوک کیا ہوا ہے لاشۂ غنی سے دیکھ لے — زبانِ بے زبان سے فسانۂ حجاز سُن
رسول کا یہ حکم ہے کہ اُن سے حسنِ ظن رکھو — ندائے غزنوی ہے یہ حکایتِ ایاز سُن
جو اپنے انحطاط کا سبب ہے پوچھنا تجھے — سبائیوں کا دشمنوں کے ساتھ ساز باز سُن
یہ مصریوں کا قہر ہے، یہ کوفیوں کا زہر ہے — خلیفۂ رسول کی بَلا کشی کا راز سُن
علیؓ کے عہد پاک میں یہ خوں فشانیاں جو ہیں — یہ جوشِ انتقام ہے، ہے غیظ کار ساز سُن
غنیؓ کی لاش جا رہی تھی تختۂ شکستہ پر — برہنہ پا، برہنہ سر تھا پیکرِ نیاز سُن
ستم گروں نے کھینچ لی قمیص جسمِ پاک سے — ہے سوز دل بڑھا ہوا، غمِ جگر کا راز سُن
ہوئے وہ دفن کس طرح سے جنۃ البقیع میں؟ — بہت جگر خراش ہے یہ قصۂ دراز سُن
حقیقت آشنا اٹھا وہ جس پہ حق کو ناز تھا — وہی شہید ہوگیا یہ فتنۂ مجاز سُن

دلوں کو کیوں نہ شق کرے یہ داستانِ خوں چکاں
''گلو'' کے ساتھ کٹ گئی تھیں ''نائلہ'' (۱) کی انگلیاں

(۱) مخدومۃ المسلمین سیدہ نائلہ رضی اللہ عنہا زوجۂ امام مظلوم سیدنا عثمان سلام اللہ و رضوانہٗ علیہ

☆......☆......☆

پروفیسر خالد شبیر احمد
مرکزی نائب امیر مجلس احرار اسلام پاکستان

تیرے فراق میں

(بیاد: امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری علیہ الرحمتہ)

سیلِ حرماں کے مقابل اک دلِ بے تاب ہے
دل کی دنیا بن تیرے بے رنگ ہے بے آب ہے

عشق تیرا بیکراں ہے میں ضعیف و ناتواں
تُو بہارستانِ عالم میں گیاہِ بے نشاں

حسرت و یاس و الم کے سارے داغوں کو لیے
ہوں رواں میں راہِ غم پہ ان چراغوں کو لیے

میرے شعروں میں نہاں ہے تیری فرقت کا الم
دل کی دھڑکن میں بسی ہیں تیری یادیں تیرا غم

قلب و جاں میں اشتیاقِ دید کی برقِ تپاں
ضبط کا ہے یا میرے صبر و رضا کا امتحاں

ضوفشاں جس روز سے دل میں میرے ہے تیری ذات
ہیں شکستہ کعبۂ جاں کے سبھی لات و منات

تیر ے قدموں سے ملا مجھ کو شعورِ بندگی
تیر ے جذبوں سے مہکتا ہے جہانِ زندگی

کارگاہِ فکر میں تیرے تصوّر کو ثبات
بن گیا تیرا جنوں میرا اثاثۂ حیات

غیرتِ ملّی کی بے شک دلرُبا تصویر تُو
سینۂ ظلمت پہ روشن حرف کی شمشیر تُو

تیرے لفظوں کی روانی آبشاروں کا بہاؤ
یاد آتا ہے مجھے تیری خطابت کا رچاؤ

تُو ہے روشن استعارہ نطق کے اعجاز کا
قلب کو گرما گیا شعلہ تیری آواز کا

تیری صورت کی وجاہت گیسوؤں کے پیچ وخم
دیکھ کر جس کو سدا رکتے رہے چلتے قدم

میں کہ تیری زندگی کا اک تتمّہ ہو گیا
تیری چاہت کے مضامیں کا حوالہ ہوگیا

فیض سے تیرے ہمہ تن میں ہوا ہوں فیض یاب
تیرے فکر و فن کا ہر گوشہ درخشاں آفتاب

آ کہ اب تو خاؔلد شبیر ہے غم سے نڈھال
اپنے دیوانے کو اپنی دید سے کر دے نہال

☆......☆......☆

مفتی آصف محمود قاسمی

سابق مدرس جامعہ قاسمیہ، لاہور

مولانا شاہ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی رخصت ہو گئے

نمونۂ اسلاف، ولی کامل، استاذ العلماء حضرت مولانا حافظ شاہ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مہتمم جامعہ قاسمیہ رحمانپورہ لاہور طویل علالت کے بعد بالآخر اس عظیم الشان شخصیت نے 18 رشوال 1442ھ مطابق 29 رمئی 2021ء بروز ہفتہ رات ساڑھے دس بجے شیخ زاید ہسپتال لاہور میں داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔ اور پھر اگلے روز بعد از عصر گول باغ وحدت روڈ میں برصغیر کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ اشرفیہ لاہور کے مہتمم اور شیخ الحدیث حضرت مولانا فضل الرحیم صاحب مدظلہ کی امامت میں ہزاروں علماء، طلبہ اور عوام الناس نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ ادا کی۔ پھر آپ کو آپکی وصیت اور دیرینہ خواہش کے مطابق اچھرہ کے مشہور قدیمی قبرستان شیر شاہ قبرستان میں آپ کے اساتذۂ حدیث کے جُھرمٹ میں اور حضرت مولانا صوفی محمد سرور رحمۃ اللہ علیہ (سابق شیخ الحدیث جامع اشرفیہ) کے پہلو میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

بنا کر دند خوش رسمے بخون و خاک غلطیدن

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

میں ناچیز اپنی اس تحریر کے ذریعے حضرت کو خراج عقیدت پیش کرنے کی ایک کوشش کر رہا ہوں، حضرت کے جنازہ میں اسیری کی وجہ سے شرکت نہیں کر سکا لیکن اللہ نے مجھے استاذ جی سے بہت کچھ سیکھنے کا موقع عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس سعی کو اپنی بارگاہ عالیہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے (آمین)۔

شخصیت و کردار: ولی کامل، عالم باعمل مولانا حافظ شاہ محمد صاحب بلا شبہ اس قافلۂ حق میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔ جو عزیمت کو رخصت پر، جرأت کو مصلحت پسندی پر، شریعت کو رسم و رواج پر ترجیح دیتے ہیں۔ آپ کے مزاج میں بے ساختگی، انکساری، تواضع، اخلاص اور للّٰھیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

پیدائش: آپ 7 رمارچ 1936ء کو دھولر تحصیل تلہ گنگ ضلع چکوال کے ایک کسان گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام ''گل نصیب'' تھا۔

حفظ قرآن: آپ کا آغازِ تعلیم حفظ قرآن حکیم سے ہوا۔ آپ نے اپنے گاؤں کی ''درمیانی مسجد'' میں حافظ میاں محمد قاسم سے حفظِ قرآن کی سعادت حاصل کی۔

آغاز درسِ نظامی: ابتدائی کتب دو سال تک ''لٹیری'' گاؤں میں واقع ''مدرسہ رضوان'' میں پڑھیں...... پھر آپ ''جامعہ اشرف المدارس''، فیصل آباد آ گئے، یہاں آپ نے مولانا عبدالرحمن صاحب رحمۃ اللہ و دیگر اساتذہ سے آٹھ

سال تعلیم حاصل کی، آپ نے فنون کے مشہور زمانہ استاذ مولانا ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ (انّی میانوالی) سے بھی پڑھا۔

دورۂ حدیث شریف: آپ دورۂ حدیث دارالعلوم دیوبند میں عالم اسلام کی نابغۂ روزگار شخصیت شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ سے پڑھنا چاہتے تھے۔ اسباب سفر بھی مکمل ہو چکے تھے، لیکن جب آپ نے اپنے استاذ مولانا عبدالرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ سے سفر کی اجازت چاہی تو انہوں نے فرمایا۔ حافظ صاحب! آپ ذی استعداد ہو، میرا جی چاہتا ہے کہ کچھ سال مزید میرے پاس پڑھ لو، پھر دیوبند چلے جانا، چنانچہ آپ نے استاذ صاحب کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے ارادۂ سفر ملتوی کر دیا، قیام فیصل آباد کے دوران شیخ الاسلام رحلت فرما گئے۔ مولانا فرمایا کرتے تھے ''مجھے اس صدمے سے بڑھ کر کوئی صدمہ نہیں پہنچا کہ میں شیخ الاسلام کی شاگردی سے محروم رہ گیا''۔ دارالعلوم دیوبند نہ جاسکنے کے باعث آپ نے جامعہ اشرفیہ لاہور میں کبار اساتذہ کرام مولانا محمد رسول خان رحمۃ اللہ، مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ، مفتی جمیل احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہم سے 1960ء میں دورۂ حدیث پڑھا۔

دورۂ تفسیر: آپ نے دومرتبہ مختلف اساتذہ سے دورہ تفسیر پڑھا، پہلی مرتبہ امام الاولیاء شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا، اور دوسری مرتبہ حافظ الحدیث مولانا عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا، بنا بریں آپ درسِ قرآن میں دونوں اساتذہ کے طرزِ تدریس کو ملحوظ رکھتے۔ اوّل پندرہ پارے حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی طرز پر اور ثانی پندرہ پارے حافظ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی طرز پر پڑھاتے۔

بیعت: اولاً آپ نے اپنے استاذ مولانا ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی، ان کے انتقال کے بعد مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ (حضرو) کی راہنمائی سے وکیل صحابہؓ مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ خلیفہ مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی۔ آپ نے اپنے شیخ حضرت قاضی صاحب سے بھرپور استفادہ کیا، شیخ کامل نے مرید صادق کو خوب سے خوب تر بنا دیا۔

خلافت: آپ کو مختلف مشائخ سے اجازت بیعت یعنی خلافت حاصل تھی۔

(1) شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ وخادم خاص جناب صوفی محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے جامعہ قاسمیہ میں پورے رمضان کے اعتکاف کے دوران خلافت دی۔

(2) پیر سید خورشید شاہ صاحب کے خلیفہ مجاز مولانا سید امین شاہ رحمۃ اللہ علیہ (مخدوم پور جہانیاں) نے بھی آپ کو خلافت عنایت فرمائی۔

(3) مولانا عبدالوحید رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز اور سابق رئیس دارالافتاء جامعہ اشرفیہ مفتی حمید اللہ جان رحمۃ اللہ علیہ نے جامعہ قاسمیہ للبنات کے ختم بخاری کے موقع پر اجازت بیعت دی۔

بانی جامعہ اشرفیہ مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے خصوصی تلمذ: آپ یہ بات تحدیث بالنعمت کے طور پر بیان کیا کرتے تھے کہ بانی جامعہ اشرفیہ مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ باقاعدہ تدریس نہیں کرتے تھے لیکن میری درخواست پر انہوں نے مجھے ''سلم العلوم'' پڑھائی۔ اور فرماتے کہ شاید بات ان کی اولاد کو بھی معلوم نہیں ہے۔

نامور ہم جماعت ساتھی: جس طرح اللہ تعالیٰ آپ سے دین کی گرانقدر خدمات لیں ۔اسی طرح آپ کے چند ہم جماعت ساتھیوں سے بھی نمایاں خدمات لیں ۔ان میں سرفہرست جامعہ علوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے سابق شیخ الحدیث مولانا بدیع الزماں بانی و مہتمم جامعہ علوم الشرعیہ جھنگ مولانا سید صادق حسین شاہ شہید رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالغفور سابق آرمی خطیب اور مولانا عبدالغفار خان رحمۃ اللہ علیہم ہیں ۔

جامعہ قاسمیہ آمد: اہلیان رحمٰن پورہ بالخصوص خواجہ عبدالرشید مرحوم، حاجی صدیق مرحوم، چوہدری رشید احمد مرحوم حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت سے جامعہ قاسمیہ کیلئے امام و خطیب کی درخواست کی، چنانچہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا محمد رسول خان رحمۃ اللہ علیہ کے ذمہ لگایا کہ وہ اپنا لائق اور معتمد شاگرد دیں ۔مولانا محمد رسول خان کی نظر التفات آپ پر ٹھہری: چنانچہ آپ کو کہا کہ حضرت لاہوری کے پاس چلے جاؤ اور میرا حوالہ دینا، آپ فرماتے ہیں ، کہ میں شیرانوالہ حضرت لاہوری کے پاس حاضر ہو گیا ظہر کے بعد کا وقت تھا، اس وقت عام ملاقات پر پابندی ہوتی تھی لیکن طلبہ اس سے مستثنیٰ تھے ۔لہٰذا میں نے دروازے پر دستک دی ۔حضرت نے دروازہ کھولا، چوکھٹ پر ہاتھ رکھ کر آمد کا مقصد پوچھا، میں نے عرض کی، کہ استاذ جی مولانا رسول صاحب نے جامعہ قاسمیہ میں مجھے بھیجا ہے ۔یہ سن کر حضرت نے فرمایا، بالکل ٹھیک ہے، چنانچہ ان دو بزرگوں کے باہمی انتخاب سے آپ کا جامعہ قاسمیہ میں بطور امام و خطیب تقرر ہو گیا۔

آغاز تدریس: جامعہ قاسمیہ میں آپ کی تقرری رجب 1381ھ بمطابق 1961ء کو ہوئی ۔تقرری کے صرف تین ماہ بعد ہی آپ نے جامعہ قاسمیہ میں درسِ نظامی کی تدریس شروع کر دی ۔یوں امامت و خطابت کی ذمہ داری کے ساتھ اہتمام اور تدریس کی خدمات کا بھی آغاز ہو گیا ۔آپ نے 1961ء تا 2012ء مسلسل اکاون 51 سال دورۂ حدیث کے علاوہ تمام درس نظامی کی تدریس فرمائی ۔آپ کی تدریس صرف جامعہ قاسمیہ تک ہی رہی ،اس کے علاوہ آپ نے کسی اور ادارے میں تدریس نہیں فرمائی ۔2012ء میں ضعف اور شدت مرض کی وجہ سے تدریس سے بالکل الگ تھلگ ہو گئے ۔

تلامذہ: اکاون سالہ تدریس کے باعث آپ کے تلامذہ کی تعداد سینکڑوں میں ہے ۔جو ملک کے اطراف میں پھیلے ہوئے ہیں ۔آپ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ کی حیات میں ہی آپ کے سلسلہ تلمذ کی پانچویں پشت بھی منصب تدریس پر فائز ہو گئی ۔آپ کے چند مشہور تلامذہ کے نام یہ ہیں :مولانا حافظ سلیم ، جنڈیالہ شیر خان ،مولانا حافظ محمد مسعود، مدینہ منورہ، مولانا شبیر احمد، مفتی محمد حسن، مفتی سعید احمد رائے ونڈ، مولانا عبدالقیوم ربانی، قاری نذیر احمد، مولانا اسماعیل عباسپور کشمیر، مولانا عبدالوحید شاہ ہلو کی ۔

انداز تربیت کے مختلف پہلو: آپ مسلکی اور متصلب نظریاتی مزاج کے حامل ہیں، آپ کا یہ مزاج آپ کے صاحب عزیمت اساتذہ اور شیخ کی مرہون منت ہے ۔فکری و نظریاتی شخص ہر وقت اسی فکر میں متفکر رہتا ہے، کہ وہ اپنی سوچ ،فکر اور نظریے کو کس طرح دوسرے میں منتقل کر دے ۔چنانچہ آپ نے طلبہ و عوام کے عقائد و اعمال کی درستگی اور حفاظت کیلئے درج ذیل کام کئے ۔

(1) بلاناغہ نماز فجر کے متصل بعد صرف 25 منٹ کا درس قرآن دیتے تھے، اس درس سے طلبہ وعوام بھرپور مستفید ہوتے۔

(2) سالانہ جلسے کا اجراء فرمایا، اس جلسے میں وقت کے جیّد علماء کرام کو دعوت دیتے جو عقائد واعمال پر سیر حاصل گفتگو فرماتے۔ ان میں مولانا رسول خان، مولانا احمد علی لاہوری، مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا محمد علی جالندھری، مولانا عبیداللہ انور، مولانا اسعد مدنی، مولانا سید حامد میاں، مولانا قاضی مظہر حسین، مولانا عبدالستار تونسوی، مولانا حق نواز جھنگوی رحمۃ اللہ علیہم شامل ہیں۔

(3) صرف طلبہ ہی کو نہیں بلکہ عوام کو بھی مقدس شخصیات یعنی انبیاء، صحابہ اور علماء کے کارناموں سے روشناس کروایا۔ آپ نے کئی مرتبہ رمضان کے درس میں ''ارواح ثلاثہ'' اور ''اکابر کا تقوی'' کی باقاعدہ تعلیم کروائی۔

(4) آپ اپنے متعلقین کو مستند کتب پڑھنے کی نصیحت فرماتے اور فرماتے اپنے ایمان کی حفاظت کیلئے ہر ایک کی تقریر نہ سنو اور ہر ایک کا لٹریچر نہ پڑھو۔ رسائل میں ''حق چار یار'' اور ''احسان وسلوک'' کے پڑھنے کی ترغیب دیتے۔

(5) آپ نے طلبہ وعوام کو ہمیشہ اس بات کی نصیحت فرمائی کہ اپنی نیت میں اخلاص پیدا کرو۔ فرمایا کرتے، اگر نیت میں صفائی ہے تو نورانی قاعدہ پڑھانے والا بھی جنتی ہے اور اگر نیت میں فتور ہے تو بخاری پڑھانے والا بھی برباد ہے۔

(6) آپ کا خطبہ جمعہ بیباکانہ اور جرأت مندانہ ہوتا۔ ہر باطل کی، خواہ وہ ظالم حکمران کی صورت میں ہو یا گمراہ فرقے کی صورت میں، سرکوبی میں سرگرم عمل رہتے۔

(7) بناتِ اسلام کی تعلیم وتربیت کی خاطر جامعہ قاسمیہ سے متصل الگ عمارت میں مدرسۃ البنات کا آغاز فرمایا۔ جہاں شعبہ حفظ وناظرہ کے ساتھ درس نظامی اور دراساتِ دینیہ کورس کا انتظام ہے۔

(8) آپ نے نمازیوں کو طہارت، نماز، روزہ، حج، عمرہ کے مسائل زبانی یاد کروانے کیلئے اذان مغرب کے متصل بعد صرف تین منٹ کا درس شروع کر رکھا تھا۔ جو سالہا سال جاری رہا۔ پھر ضعف اور بیماری کے باعث یہ سلسلہ موقوف ہوگیا۔

(9) رحمٰن پورہ میں تبرائی مجالس وجلوس رکوانا بھی آپ کے مشن کا حصہ رہا۔ آپ نے بہت ساری مجالس کو بغیر قانونی چارہ جوئی کے محض اللہ کے فضل سے بند کروایا۔

(10) اس کے علاوہ آپ نے اپنے گاؤں والوں کی اصلاح کیلئے اپنی ذاتی زمین پر مسجد بنائی اور سالانہ جلسے کا آغاز کیا۔ آپ کی انتھک محنتوں کی بدولت وہ گاؤں جہاں دیوبندی کو مردود سمجھا جاتا تھا، سارے کا سارا گاؤں مسلک اہل سنت والجماعت کا پیرو ہوگیا۔

قارئین! یہ مولانا شاہ محمد صاحب کی حیاتِ مستعار کا مختصراً خاکہ تھا۔ تفصیلات کیلئے دفاتر درکار ہیں۔ دعاگو ہوں...... اللہ کریم میرے استاذ جی کے فیضان کو تا قیامت جاری وساری رکھے...... آمین۔

منصور اصغر راجہ

آہ......سلیم شاہ

احرار کارکن سلیم شاہ سے ہماری پہلی ملاقات چند برس قبل مجلس احرار کے مرکزی دفتر لاہور میں ہوئی۔ ہنستا مسکراتا سلیم شاہ جس کی نگاہیں بڑوں کے روبرو جھکی رہتیں۔ یوں تو وہ برادرم عبداللطیف خالد چیمہ کا خادم خاص تھا اور رفیق سفر وحضر بھی۔لیکن ہما شما کی خدمت کے لیے بھی ہر لحظہ تیار رہتا۔دو دن پہلے چیمہ صاحب سے بات ہوئی تو انہوں نے کہا:''سلیم شاہ ہمارے پاس قرآن مجید حفظ کرنے آیا تھا اور پھر ہمارا ہی ہو کر رہ گیا''۔ یہ کہتے ہوئے وہ زاروقطار رو رہے تھے کہ سلیم شاہ ان کے لیے بیٹوں جیسا تھا۔

ہماری آخری ملاقات بھائی حبیب اللہ چیمہ کی وفات پر ہوئی۔ چیچہ وطنی جانے کے لیے ہم گھر سے نکلے تو برادرم سیف اللہ خالد صاحب نے مشورہ دیا۔سلیم شاہ سے رابطے میں رہنا، وہ آپ کو گائیڈ کرے گا۔اور رابطہ کرنے پر سلیم شاہ نے اس طرح رہنمائی کی کہ ہم کسی پریشانی کا سامنا کیے بغیر چیمہ صاحب کے گھر پہنچ گئے۔ ہمارا قیام چیمہ صاحب کے والد مرحوم کے قائم کردہ مدرسہ سراجیہ کے مہمان خانے میں تھا۔ہم دو دن وہاں رہے۔اس دوران سلیم شاہ، قاضی ذیشان آفتاب اور مولوی سرفراز ڈوگر صاحبان نے بھی اپنے بستر ہمارے پاس ہی لگا لیے اور مہمان نوازی میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ برادرم امتیاز تارڑ نے جب ہمیں سلیم شاہ کی ناگہانی موت کی خبر دی تو دیر تک یقین ہی نہ آیا، افسوس موت کتنی ارزاں ہوگئی ہے۔

حافظ حبیب اللہ چیمہ کی وفات کے تیسرے روز نماز فجر کے بعد ان کی قبر پر فاتحہ پڑھ کر ہم گھر واپس لوٹ رہے تھے کہ رستے میں چیمہ صاحب نے ہمیں اپنا ٹیوب ویل اور مال مویشیوں کا ڈیرہ دکھایا۔ ہم نے عرض کیا: حاجی صاحب اس گاؤں میں آپ کی زرعی اراضی کتنی ہے۔ ہمارے سوال پر حاجی صاحب کی آنکھیں بھر آئیں۔فرمانے لگے''سچی بات یہ ہے کہ مجھے کچھ خبر نہیں، سب کچھ حبیب صاحب ہی دیکھتے تھے میرے لیے تو اتنا ہی کافی تھا کہ میرے گھر میں دودھ اور گندم بڑی پابندی سے پہنچ جاتی تھی، باقی سب ذمہ داریاں مرحوم نے سنبھال رکھی تھی''۔

گزشتہ روز چیمہ صاحب سے بات کرتے ہوئے ہمیں چند ماہ قبل کہے گئے ان کے یہی جملے یاد آتے رہے۔سلیم شاہ درحقیقت ان کا دایاں بازو تھا۔وہ نہیں مرا، چیمہ صاحب کا بازو ٹوٹ گیا ہے۔مرزا نوشہ نے اپنے منہ بولے بیٹے زین العابدین عارف کی وفات پر کہا تھا۔

جاتے ہوئے کہتے ہو قیامت کو ملیں گے — کیا خوب قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور
ہاں اے فلک پیر جواں تھا ابھی عارف — کیا تیرا بگڑتا جو نہ مرتا کوئی دن اور

مولانا محمد سرفراز معاویہ

حافظ محمد سلیم شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی یادیں

حافظ محمد سلیم شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا آبائی تعلق چیچہ وطنی کے نواحی گاؤں 110۔7 آر سے تھا۔ وہ سادات گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ کمسنی میں ہی یتیم ہو کر اپنے ماں باپ کی محبتوں سے محروم ہو گئے تھے۔ اور نوجوانی میں ہی ہم سب دوستوں کو اپنی صالح جوانی پر رشک کرتا چھوڑ کر رحمت الٰہی میں جا کر پناہ گزین ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائے۔ مرحوم کی عمر تقریباً 27 سال تھی۔ راقم کا تعلق ان کے ساتھ تقریباً 5 سال سے تھا۔ مجلس احرار اسلام کے شعبہ تبلیغ سے انسلاک کے بعد یوں تو میری تشکیل مختلف مقامات اور بلاد میں ہوتی رہی، لیکن نظم کے مطابق عام طور پر پڑاؤ کے لیے چیچہ وطنی میں ہی ٹھہرنا ہوتا تھا۔ تا آنکہ چیچہ وطنی ہی میں مستقل قیام اور دیگر علاقوں میں تبلیغی دوروں کی ترتیب طے ہو گئی۔ بھائی سلیم شاہ مرحوم نے ایسی کشادہ دلی اور خندہ پیشانی سے خیر مقدم کیا کہ ہمارے درمیان غیریت نہ رہی۔ اجنبی شہر میں بھائیوں جیسے دوست کا مل جانا میرے لیے بہت خوش نصیبی کی بات تھی۔ ہر مشکل وقت اور پیچیدہ صورت حال میں ہمیشہ بھائیوں اور مخلص دوستوں کی طرح میرا ساتھ دیا۔ مرحوم بہت خوب سیرت پاکیزہ انسان تھے، ان کے اخلاق حسنہ اور تقوی و پرہیز گاری ان کی نوجوانی اور ہمہ وقت کی خوش مزاجی کے پیچھے چھپی ہوئی تھی۔ 2017 میں راقم نے پہلا مصلی جامع مسجد چیچہ وطنی میں تہجد کے نوافل میں سنایا جس میں میرے سامع بھائی حافظ سید محمد سلیم شاہ مرحوم تھے۔

انہوں نے تقریباً 8 سال کی عمر میں دارالعلوم ختم نبوت جامع مسجد سے اپنی دینی تعلیم کا آغاز کیا۔ استاذ القراء قاری محمد قاسم کے پاس قرآن کریم حفظ کیا۔ گردان مکمل کرنے کے بعد 2010ء میں از خود مجاہد ختم نبوت جناب عبداللطیف خالد چیمہ مدظلہ سے گزارش کی کہ میں دارالعلوم ختم نبوت میں رہ کر ادارہ اور جماعت کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ تب جناب چیمہ صاحب نے انہیں مقامی دفتر کی ذمہ داری سونپی اور ساتھ ہی اپنا معاون مقرر کر لیا۔ وہ بچپن ہی سے مجلس احرار اسلام کے ساتھ وابستہ تھے۔ کچھ عرصہ بعد انہیں مجلس احرار اسلام پاکستان کی سوشل میڈیا ٹیم کا کوآرڈینیٹر مقرر کیا گیا۔ وہ بڑی محنت اور جدوجہد کے ساتھ سوشل میڈیا ٹیم کے انچارج بھائی محمد قاسم چیمہ کے نظم میں اس کام کو آخری دم تک بخوبی سرانجام دیتے رہے۔

وہ حاجی عبداللطیف خالد چیمہ کے دست و بازو اور سفر و حضر کے ساتھی تھے۔ انتہائی خوش اخلاق اور ملنسار اور حق گو تھے۔ فضول گوئی کبھی ان کی زبان پر نہیں سنی گئی۔ وہ ہر وقت لکھنے پڑھنے اور سیکھنے سکھانے میں مصروف رہتے تھے۔

جماعت کے کام کو اپنا کام سمجھتے ہوئے ان کا قلم ہمیشہ اسلام اور عقائد حقہ کے دفاع واشاعت کے لیے حرکت میں رہتا تھا۔ ہم نے انہیں ہمیشہ دیوانہ وار تحفظ ختم نبوت کا کام کرتے دیکھا، وہ انتہائی محنتی جفا کش، بے خوف اور بہادر دوست تھے۔ مشکل حالات میں بھی وہ جماعت اور ادارے کے ساتھ کھڑے رہے کبھی ڈگمگائے نہیں۔ سوشل میڈیا پر انہیں ہمیشہ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور ناموس صحابہؓ واہلبیت کیلئے متحرک دیکھا۔ وہ تہجد کے پابند، پاک نظر پاک عمل مسلمان تھے۔ قرآن مجید کی تلاوت کثرت سے کرتے تھے۔ جمعۃ المبارک کے دن سورۃ الکھف التزام کے ساتھ پڑھنے کا معمول تھا، بلکہ ہم دوستوں کو بھی ترغیب دیا کرتے تھے۔ اذکارِ مسنونہ واوراد سے ہمیشہ ان کی زبان تر رہتی تھی۔ بزرگوں کی مجلس میں بیٹھنا اور ان سے استفادہ کرنا بہت پسند کرتے تھے۔

جمعرات 8 جولائی 2021 رات تقریباً 9 بج کر 30 منٹ پر برادرم محمد قاسم چیمہ کا فون آیا، انہوں نے سلام کیا اور فوراً کہا خبر مل گئی ہے؟ میں نے کہا نہیں، خیریت ہے؟ کیا ہوا ہے؟ کہنے لگے سلیم شاہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ یہ خبر میرے اوپر بجلی بن کر گری۔ اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ اور زبان سے بے ساختہ یہ جملے نکلے کہ سلیم شاہ یار تو بے وفا نکلا! یہ بھی کوئی جانے کی عمر تھی؟ ابھی تو ہنسنے کھیلنے کی دن تھے، ابھی تو بہت سے معرکے باقی تھے جنھیں ہم نے ایک ساتھ مل کر سر کرنا تھا۔ ابھی حافظ! عمر ہی کیا تھی۔ تم نے تو کہا تھا کہ عید کے بعد میری شادی ہے تم ابھی سے تیاری شروع کردو۔

آئے عشاق گئے وعدہ فردا لے کر
اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

فدائے ختم نبوت حافظ محمد سلیم شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی ناگہانی موت پر اندرون وبیرون ملک سے اکابر وعلماء کرام اور دوست احباب کا وسیع حلقہ احباب مرحوم کے پسماندگان اور جماعت کی مرکزی قیادت سے لے کر ہم خستگان غم و الم کارکنان تک سے تعزیت کر رہا ہے اور ہر وقت مستعد رہنے والے میرے ہنس مکھ مرحوم بھائی کے لیے مغفرت و بلندئ درجات کی دعائیں کی جارہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کی اس مختصر سی زندگی کی حسنات کو قبول فرما کر توشۂ آخرت بنائے اور اپنے رحم وکرم اور فضلِ بے پناہ سے ہمارے عزیز بھائی کی غلطیوں سے درگزر فرمائے اور ہمیں ان کے ساتھ حوضِ کوثر پر اکٹھے سیرابی نصیب فرما کر لواء الحمد کے سائے میں محشور فرمائے۔ آمین

☆......☆......☆

حبیب الرحمٰن بٹالوی

جوان بیٹے کا جنازہ...... بوڑھے باپ کا کندھا

15 جولائی 2021ء رات کوئی دو بجے کے قریب اطلاع آئی کہ بھائی جان الطاف الرحمٰن کا بیٹا مانی (عمیر الطاف) اللہ کو پیارا ہوگیا ہے۔ بڑھاپے میں، باپ کو جوان بیٹے کی جدائی کا صدمہ بہت بڑا سانحہ ہے۔ دُکھ کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی اگلی منزلیں آسانی کرے۔ اُس کی لغزشوں سے درگزر کرتے ہوئے، اُس کے درجات بلند کرے!

آج سے کوئی پچیس 25 سال پہلے جب مانی (عمیر) ابھی سات سال کا بچہ تھا۔ اُس کی ماں اُسے داغ مفارقت دے گئی تھی بھائی، بہنوں نے بڑے لاڈ پیار سے اُسے پالا، پوسا، پروان چڑھایا۔ باپ نے بھی حتی المقدور، ماں کا خلا پر کرنے کی کوشش کی مگر وہ جو کہتے ہیں کہ ''بوڑھے کی بیوی نہ مرے'' اور ''بچوں کی ماں نہ مرے''۔ مانی کے ذہن سے یتیمی کا سہم آخر دم تک دور نہ ہوسکا۔ جیسے کوئی بچہ دبا دبا سا رہتا ہو۔ ڈرا ڈرا سا کچھ سوچتا ہوا جیسے وہ فضاؤں میں ماں کی ممتا کی خوشبو ڈھونڈ رہا ہو!

سہما سہما سا ایسے جیسے اُسے کسی چیز کی تلاش ہو۔ جیسے اُس کے دل میں ماں کے پیار کی پیاس ہو۔ ایک انجانا خوف اُس کے ذہن میں سمایا ہوا تھا کہ میری ماں میری پناہ گاہ نہیں ہے۔ مجھے کوئی کچھ کہہ نہ دے بہن بھائیوں کی الفت اور رشتے داروں کی مہر و محبت کے باوجود اُس کے دل و دماغ سے ماں کی محرومی کا احساس زائل نہ ہوسکا۔ چنانچہ وہ چُپ چُپ سا رہتا تھا۔ اسی ذہنی دباؤ کا نتیجہ کہ اوائل عمر سے ہی اُسے شوگر کا مہلک مرض لاحق ہوگیا تھا۔ اُس کی زندگی میں کئی نشیب و فراز آئے۔ کبھی شوگر بڑھ جانے کی وجہ سے کبھی بلڈ پریشر کی وجہ سے، وہ اس سے پہلے بھی کئی دفعہ ہسپتال جا چکا تھا۔ ٹھیک ہوجاتا۔ گھر آجاتا مگر اب کی بار اُس کی شوگر چھے سو تک شوٹ کرگئی تھی۔ بلڈ پریشر اُس پر مستزاد تھا۔ وہ دل کا بھی مریض بن چکا تھا بے ہوشی کے دوروں نے اُسے اور ماندہ کردیا تھا۔ چنانچہ گوجرانوالہ کے ایک ہسپتال کے آئی سی یو میں کوئی گیارہ دن بے ہوشی کی حالت میں پڑا رہا۔ بہن بھائیوں باپ اور متعلقین نے یہ دن کس کرب میں گزارے اُن کے دکھ کی گہرائی کا اندازہ کوئی دوسرا نہیں کرسکتا۔ ہر وقت ایک دھچکا سا لگا رہتا تھا کہ ڈاکٹروں کی سرتوڑ کوشش اور محنت کے باوجود آخر مانی ہمیں چھوڑ کر اپنی ماں کے پاس چلا گیا۔ باپ کا سب سے چھوٹا بیٹا، بہن بھائیوں کا پیارا دیکھتی آنکھوں ہاتھوں سے نکل گیا۔ دور، بہت دور چلا گیا کہ جہاں جا کر پھر کوئی واپس نہیں آیا۔

موت کا وقت مقرر ہے نہ ایک لمحہ آئے ہوتا ہے پیچھے موت سے کسی کو مفر نہیں۔ یہاں کے ہر مکان پر فنا کی تختی لگی ہوئی ہے۔ بڑے بڑے پیغمبروں پر بھی یہ ضابطہ پورا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹے عطا کیے اور سارے کے سارے واپس لے لیے۔ آپ اپنے ایک ننھے بیٹے کا جنازہ اپنے ہاتھوں میں اٹھائے، قبرستان کی طرف جارہے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھوں سے دکھ کے آنسو بیٹے کے جنازے پر گر رہے ہیں۔

واپسی پر کسی نے پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ بھی روتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’کیا میرے سینے میں ایک باپ کا دل نہیں ہے؟‘‘ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی زندگی میں کیسی کیسی جانکاہ تکالیف سے گزرنا پڑا کہ پڑھ کر، آدمی کا پتّا پانی ہو جاتا ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام، چالیس سال تک بیٹے (حضرت یوسفؑ) کی جدائی میں روتے رہے۔ بینائی بھی جاتی رہی۔ یہ سب باتیں ہمیں حوصلہ دیتی ہیں کہ وہ بے نیاز ہے۔ جو چاہے کرے اور وہ جو کرتا ہے بہتر کرتا ہے ہم شعور نہیں رکھتے۔ اس بے وفا دنیا میں ہر ایک نے آخر کتنی دیر رہنا ہے۔ آخر موت ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ’’لوگ سوئے ہوئے ہیں موت پر آنکھیں کھلیں گی‘‘ یہ دنیا چند روزہ کھیل تماشہ ہے۔ عزت، ذلت، بیماری، صحت، یہ عروج وزوال سب نظر کا فریب ہے۔ جب وقت آجاتا ہے تو ہاتھ سے لقمہ گر پڑتا ہے۔ حلق سے پانی نہیں اترتا۔ گھر سے باہر گئے ہوئے آدمی کو گھر پہنچنے کی مہلت نہیں ملتی۔ نہاتے ہوئے آدمی کو کنڈی کھولنے کی اجازت نہیں ملتی۔ نئی نویلی دلہن کے گجرے ٹوٹ جاتے ہیں۔ ہار بکھر جاتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں، بے وقت موت آگئی۔ نہیں۔ نہیں! ہر ایک کی موت کا وقت معین ہے۔ نہ ایک ساعت آگے ہوتا ہے نہ پیچھے۔ بلاشبہ لواحقین کے لیے یہ مرحلہ بڑا کٹھن ہوتا ہے۔ اللہ دیکھتا ہے۔ مصیبت پر کون کتنا صبر کرتا ہے۔

میرے پیارے بھائی جان! مجھے آپ سے صرف یہ کہنا ہے کہ مانی چلا گیا۔ اس کی ماں چلی گئی۔ انجم چلا گیا۔ آپا جی چلی گئی۔ بشریٰ چلی گئی۔ ظہیر چلا گیا۔ عزیز چلا گیا۔ خلیل چلا گیا۔ کس نے یہاں رہنا ہے۔ سب جا رہے ہیں۔ ہم سب جانے والے ہیں کہ ؎

میں وہ مجرم ہوں جس کی سزا موت ہے ... اس زندگی کی انتہا موت ہے!
یعنی آگے چلیں گے ذرا دم لے کر ... اور موت، زندگی کا اک وقفہ ہے!

باقی بھائی جان! اس میں شک نہیں کہ آپ ایک بہت بڑے صدمے سے گزرے ہیں بلاشبہ یہ ایک جان گداز حادثہ ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا اجر دے گا۔

وقت بہت بڑا امر ہم ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ ہی ٹھہراؤ آئے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمت، حوصلہ عطا کرے اور مانی کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے نوازے۔ آمین!

الغازی مشینری سٹور

ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپئیر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں

بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501

ڈاکٹر عمر فاروق احرار پہلی قسط

ایک نومسلم کی سرگزشت

پروفیسر طاہر احمد ڈار 1967ء میں فاروق آباد ضلع شیخوپورہ میں پیدا ہوئے۔ آپ مقامی کالج میں انگریزی کے اسسٹنٹ پروفیسر ہیں۔ پروفیسر طاہر احمد ڈار ایک سو چودہ سال سے قادیانیت پر قائم رہنے والے خاندان کے وہ پہلے فرد ہیں، جنھوں نے قادیانیت کو ترک کیا اور اسلام کی دولت پائی۔ اسلام کی سعادت حاصل کرنے میں پروفیسر صاحب کے پانچ بچے اور ان کی اہلیہ بھی شامل ہیں۔ زیرِ نظر تحریر میں ان کے قبول اسلام کی روداد انھی کے الفاظ میں بیان کی جارہی ہے۔ (ادارہ)

پروفیسر طاہر احمد ڈار کا کہنا ہے کہ میرے دادا جان بوٹے خان ڈار نے 1905ء میں قادیانیت قبول کی تھی۔ دادا کے تین بھائی جن میں میرے نانا بھی شامل تھے، قادیانی ہو گئے، لیکن دادا کے دیگر دو بھائی اور ان کی اولادیں بدستور اسلام پر قائم رہیں۔ اس کے بعد قادیانیت کا سلسلہ نسل در نسل چلتا رہا۔ ہم میں سے کوئی بھی قادیانیت کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں تھا، کیونکہ قادیانی فیملی میں پیدا ہونے کے باعث روایتی و موروثی سوچ غالب تھی، مگر آہستہ آہستہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے راستے کھولے۔ میں نے بیس سال ضلع شیخوپورہ میں جماعت احمدیہ کے ساتھ متحرک کردار ادا کیا۔ میرے پاس جماعت احمدیہ شیخوپورہ کا شعبہ عمومی اور شعبہ تعلیم رہا ہے۔ شعبہ عمومی میں سیکورٹی اور تمام عام ذمہ داریاں شامل ہیں۔ جبکہ دیگر تمام شعبہ جات پر نگرانی بھی شعبہ عمومی ہی کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ اس لیے تمام معلومات اسی شعبہ کے پاس ہوتی ہیں۔ اس شعبہ کی بدولت ہی جماعت احمدیہ کے بارے میں اندر کی بہت اہم معلومات حاصل ہوئیں۔ شعبہ عمومی میں کام کرنے کے دوران جماعت احمدیہ کے ذمہ داران کے منافقانہ کردار کا مشاہدہ کرنے کا موقع ملا کہ ان کی زبان پر کچھ اور ہوتا تھا اور عمل کچھ اور تھا۔

زندگی کے اولین دور میں مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابیں اپنی پڑھائی میں مشغولیت اور موروثی عقائد کی بنا پر عدم دلچسپی کی وجہ سے نہیں پڑھ سکا۔ پھر مرزا کی کتب کو پڑھنے کے لیے بھی ایک سال کا عرصہ چاہیے۔ اس طرح جماعت میں رہتے ہوئے تو مرزا صاحب کی ایک آدھ کتاب ہی پڑھی۔ جماعت احمدیہ کا طریقہ کار یہ ہے کہ بچوں کے لیے ایک متعینہ سلیبس ہوتا ہے اور اس میں بھی یہ چیز ہی بچوں کے ذہن میں بار بار ڈالی جاتی ہے کہ خلیفہ خدا بناتا ہے۔ اس طرح بچپن ہی سے مرزا قادیانی کے خاندان کی غلامی کا قلادہ گلے میں ڈال دیا جاتا ہے اور سوچ محدود ہو جاتی ہے۔ جماعت احمدیہ کے تمام شعبوں مثلاً انصار الاحمدیہ، لجنہ اور خدام الاحمدیہ وغیرہ میں ان کا اپنا نصاب ہے، جس کے مخصوص پیپرز ہوتے ہیں۔ ان کے ذریعے وہ امتحان لیتے ہیں اور مخصوص سوالات ہی پیش کیے جاتے ہیں۔ جن کا ایک مخصوص دائرہ ہوتا ہے۔ جس سے وہ باہر نہیں نکل سکتے اور کنویں کے مینڈک کی طرح ایک مخصوص اور محدود

دائرے میں گھومتے رہتے ہیں۔ جماعت میں بنیادی طور پر کتب فروشی تو ہوتی ہے مگر پڑھنے کے لحاظ سے ترغیب شامل نہیں ہے۔ تاکہ سوچ کی حدود وسیع نہ ہوسکیں۔

قادیانیت اور اس کے عقائد تضادات کا مجموعہ ہیں۔ میرا جماعت احمدیہ والوں سے اکثر اختلاف رہتا تھا کہ ویسے تو آپ لوگ کہتے ہیں کہ ہم الٰہی جماعت ہیں اور ایک امام کے ماننے والے ہیں، لیکن آپ کا کوئی قول آپ کے عمل سے مطابقت کیوں نہیں رکھتا۔ پھر ذہن میں یہ سوال ابھرا کہ بظاہر ہم مرزا غلام احمد کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظل (سایہ) کہتے ہیں، لیکن مرزا صاحب کی تحریروں میں دیکھا جائے تو بات اس سے کہیں آگے چلی جاتی ہے۔ جب اس طرح کی تحریریں سامنے آتی رہیں تو بالآخر میں اس بات پر مجبور ہوگیا کہ اس کے متعلق تفصیلی مطالعہ کرنا چاہیے۔ 2016ء میں عبدالغفار جنبہ قادیانی (مقیم جرمنی) جو خود مصلح موعود ہونے کا دعویدار ہے، کی بعض باتوں نے قادیانیت پر تحقیق کے عزم کو پختہ کردیا۔ لہٰذا پانچ سال پہلے میں نے قادیانیت کی تحقیق اور مرزا غلام احمد کی کتب کا براہ راست مطالعہ شروع کیا اور میرے پاس جو بھی ذرائع تھے، ان سے تحقیقات اور کتب کا مطالعہ کرتا رہا۔ دوران مطالعہ مرزا قادیانی کے متضاد دعووں نے مجھے چکرا کر رکھ دیا اور میں نے یہ متضاد دعوے اور کتب کے حوالہ جات دیگر قادیانی دوستوں کو واٹس ایپ پر شیئر کرنا شروع کر دیے کہ ہماری جماعت والے زبانی طور پر قادیانی عقائد کی کچھ اور تصویر پیش کرتے ہیں، مگر ہماری کتب میں اس کے برعکس لکھا ہوا ہے۔

جب میں نے تحقیق کا یہ کام شروع کیا تو اس کا شدید ردعمل آیا۔ کیونکہ جب قادیانی نظام کو زد پہنچنے لگتی ہے، یا کسی کے دماغ میں سوال اٹھنے لگتے ہیں تو جماعت والوں کو مصیبت پڑ جاتی ہے اور وہ یہ کوشش کرتے ہیں کہ معاملہ کو فوراً کسی طریقہ سے دبا دیا جائے۔ تاکہ باشعور لوگوں کے ذہن اس سے متاثر نہ ہوں۔ اس کے لیے خواہ افراد کو جماعت سے نکالنا پڑے، یا کوئی اور طریقہ اختیار کرنا پڑے تو وہ ایسا ہر حربہ استعمال کر گزرتے ہیں۔ میرے خلاف انکوائری شروع ہوگئی۔ جماعت احمدیہ شیخوپورہ کے ضلعی مربی و مبلغ نے میرے اعتراض پر غلط حوالہ جات پیش کیے۔ جب میں یہ معاملہ عام احمدیوں کے سامنے لایا اور مربی کی غلط بیانیوں کو بے نقاب کیا تو مقامی سطح پر میرے سوالات کا ان کے پاس جواب نہیں تھا۔ جس پر انہوں نے مرکز (چناب نگر) سے رابطہ کیا اور مرکز سے جماعت احمدیہ کے دو بڑے مبلغین حافظ مظفر احمد اور مبشر کاہلوں کو شیخوپورہ بھیجا گیا اور مجھے کہا گیا کہ ان کے ساتھ نشست کریں، مجھے ان کا طریقۂ واردات معلوم تھا اور میں قادیانیوں کے تمام معاملات و ہتھکنڈوں سے واقف تھا کہ وہ اصل بات پر مجھے مطمئن نہیں کریں گے۔ آخر کار وہی ہوا اور اس دن صرف اس موضوع پر بات ہوئی کہ مرزا بشیر الدین محمود دوسرا خلیفہ ہے یا نہیں۔ اس پر بھی مبشر کاہلوں نے غلط حوالہ جات پیش کیے، چونکہ اس وقت تحصیل و ضلع کے مربی اور مقامی جماعت کی انتظامیہ یعنی امیر شہر اور امیر ضلع موجود تھے، لیکن ان میں سے کسی نے مرزا قادیانی کی کتب نہیں پڑھی ہوئی

تھیں اس لیے قادیانی مبلغ مبشر کاہلوں نے جو کچھ کہا، وہ سب اسے سچ مان کر بیٹھ گئے۔ ہماری یہ نشست ڈیڑھ دو گھنٹے تک جاری رہی، لیکن وہ نتائج کے اعتبار سے نامکمل تھی، کیونکہ ابھی جو حقیقی سوالات میں نے کرنے تھے وہ مجھے کرنے نہیں دیے گئے۔ اس نشست میں یہ طے ہوا کہ سوالات وجوابات کی ایک الگ نشست ہوگی۔ وہ اس پر رضامندی کا اظہار کر کے چلے گئے، لیکن ساتھ ہی یہ دھمکی بھی دے گئے کہ ہم آپ کو آئندہ اجازت نہیں دیں گے کہ آپ دوسروں کو حوالہ جات بھیجتے رہیں۔ میں نے کہا کہ آپ اس کا فیصلہ کرنے والے کون ہوتے ہیں؟ یہ ہر انسان کا اپنا ذاتی فعل و عمل ہے کہ جس طرح اس کو حقیقی دین کی سمجھ آتی جائے گی، وہ اسے آگے پھیلاتا رہے گا اور میں بھی آپ کو یہ اجازت نہیں دے سکتا کہ آپ میرے ذاتی معاملات میں مداخلت کریں اور مجھ پر پابندیاں لگائیں۔ بہر حال اس دن یہ طے ہوگیا تھا کہ اگلی نشست میں سوالات صرف میں ہی کروں گا، لیکن مجھے علم تھا کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا، کیونکہ اپنے تجربہ کی بناء پر مجھے یقین تھا کہ یہ ہماری آخری ملاقات ہے اس کے بعد انہوں نے دوبارہ نہیں آنا اور نہ انہوں نے میرا سامنا کرنا ہے، کیونکہ اگر انہوں نے میرے جواب دینے ہوتے تو وہ آج ہی دے دیتے۔

اس نشست میں جو چار سوالات میں نے کیے تھے، قادیانی مبلغوں نے ان کے جواب نہیں دیے۔ جب بیرونی مبلغین چلے گئے تو ایک ماہ بعد مقامی جماعت نے میرے جماعت سے اخراج کا اعلان کر دیا، مگر مجھے جماعت سے نکالنے کی کوئی وجہ نہیں بتائی گئی۔ بس یہی کہا گیا کہ طاہر احمد ڈار کو خلافِ نظامِ تعلیم موقف اختیار کرنے پر اخراج جماعت کی سزا دی جاتی ہے۔ جب انہوں نے یہ اعلان کیا تو میں نے شعبہ امورِ عامہ چناب نگر میں فون کر کے ان کی خوب کلاس لی کہ آپ پہلے مجھے اس فیصلے کی کوئی معقول وجہ بتائیں اور مجھ پر الزام کا ثبوت فراہم کریں۔ میں نے کہا کہ دنیا کے کسی بھی معاشرتی انصاف کے قانون میں کہیں نہیں لکھا ہوا کہ آپ ایک شخص پر الزام لگائیں اور اس کو چارج شیٹ کی کاپی بھی نہ دیں۔ لہٰذا مجھے وجہ بتائیں کہ آپ نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا ہے، جبکہ ہماری بات چیت بھی متعلقہ موضوعات پر ابھی نہیں ہوئی اور نہ بات کسی منطقی انجام پر پہنچی ہے۔ میں نے اس کے بعد ڈیڑھ دو سال تک ان کے جواب کا انتظار کیا کہ شاید ان کو عقل آجائے اور وہ میرے کسی سوال کا جواب دے کر مجھے مطمئن کر دیں، لیکن انہوں نے کسی قسم کا کوئی جواب دینے سے گریز کیا۔ بہر حال میں نے مزید تحقیق کی اور قرآن وحدیث کے حوالہ سے تمام مسائل و معاملات کا قادیانیت سے تقابل کر کے الحمدللہ اس نتیجے پر پہنچنے میں کامیاب ہوگیا کہ قادیانیت کا اللہ اور رسول کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ یہ اسلام کے الٹ ہے اور ان کا سسٹم کلی طور پر یہودیانہ طرز پر مبنی ہے جو صرف اور صرف اسلام اور پاکستان کے خلاف سرگرم عمل ہے۔ ان کا اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ دُور کا بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔

میں نے قادیانیت پر تحقیقات کے دوران میں اپنی بیوی اور بچوں کو قادیانیت کے بارے میں مکمل آگاہی دی، کیونکہ قادیانیوں کا یہ طریقۂ واردات ہے کہ جب کوئی ایسا شخص جو اُن پر اعتراضات کے لیے کھڑا ہو جائے تو پھر یہ

اسے اس کی فیملی کے ذریعے سے بھی تنگ کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اکثر ایسے قضیوں میں میاں بیوی اور بچوں میں علیحدگی کرا دینے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ میرے معاملے میں بھی انھوں نے یہ پوری کوشش کی، لیکن الحمدللہ میری بیوی (جو مسلمان ہونے کے بعد، چند ماہ پہلے انتقال کر چکی ہیں) پڑھی لکھی خاتون تھیں اور وہ بھی حقائق کی تلاش میں میرے ساتھ سرگرداں رہی تھیں۔ اس لیے وہ مکمل طور پر میرے موقف کے ساتھ کھڑی رہیں۔ اس لیے قادیانیوں کا یہ وار بھی ناکام ہوا اور وہ مایوس ہو گئے کہ ہمارے درمیان جدائی ناممکن ہے۔ میرے بیوی اور بچے میرے ساتھ مل کر مرزا غلام احمد قادیانی اور قادیانیت کے جھوٹا ہونے پر متفق ہو گئے اور ہم سب نے اجتماعی طور پر قادیانیت چھوڑنے کا اعلان کر دیا اور اور ہم نے اعلان کیا کہ مرزا قادیانی کے تمام دعوے باطل اور غیر قرانی ہیں اور ان میں کوئی حقیقت نہیں ہے اس طرح الحمدللہ ہم نے قادیانیت کا طوق گردن سے اتار پھینکا اور اسلام کے دائرہ رحمت میں پناہ گزیں ہو گئے۔ اگرچہ اللہ اور رسول اور اس کے رسول کی محبت تو شروع سے ہی دل میں موجود تھی، لیکن ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اس محبت میں کوئی رکاوٹ سی موجود ہے۔ جب 22 فروری 2019ء کو قبول اسلام کا اعلان کیا تو اس کے بعد سے اب تک ایسے محسوس ہوتا ہے کہ اللہ اور رسول کی محبت کے درمیان اب کوئی پردہ ورکاوٹ حائل نہیں رہی اور ہمارا اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ براہ راست تعلق قائم ہو گیا ہے۔

ہمیں بچپن سے یہی پڑھایا جاتا تھا کہ جو جماعت احمدیہ سے دُور ہٹتا ہے۔ اُس سے اُس کا خدا روٹھ جاتا ہے، اس کا رزق بند ہو جاتا ہے، اس پر معاشرہ میں زندگی تنگ ہو جاتی ہے۔ اور پھر قادیانی اس انتظار میں رہتے ہیں کہ اگر اس کا سائیکل بھی پنکچر ہو جائے تو ہم اسے قادیانیت کی صداقت کی نشانی بتائیں۔ سب انبیاء نے خدا کی جانب لوگوں کی توجہ مبذول کرائی ہے۔ دنیا میں نبوت کا جھوٹا دعویدار مرزا احمد قادیانی واحد آدمی تھا کہ جن کا ایک ہی کام تھا موت بانٹنا اور خوف بانٹنا۔ اور وہ اس خوف کو بانٹنے کے لیے ڈرامے کرتے رہے۔ مثلاً ایک بار کہا کہ زلزلہ آ رہا ہے۔ وہ میری زندگی میں میری صداقت کے لیے آئے گا اور خیمے لگا کر اپنے باغ میں بیٹھے رہے، لیکن زلزلہ نہ آیا۔ البتہ مرزا صاحب ہی اس دنیا سے چلے گئے۔ یہ خوف کا کاروبار ہے جس پر ان کے گروہ کی بنیاد کھڑی تھی، جو اَب آہستہ آہستہ ختم ہو رہی ہے۔ اب قادیانیت ترک کرنے کا رُجحان تیز ہو رہا ہے۔ پہلے جو سوکھی ٹہنیاں تھی، اب وہ سرسبز گلدستہ بن گئی ہیں۔ اب ہمارا سامنا کرنا ان کے بس کے میں نہیں رہا۔ یہ اللہ کا خصوصی فضل ہے کہ اس نے ہمیں اُن کی کتابوں کو پڑھنے کے بعد ہم پر قادیانیت کا کفر واضح کیا اور صراط مستقیم پانے کی توفیق دی اور قرآن وحدیث سے متصادم جھوٹے قادیانی دعووں سے ہماری جان چھڑائی اور ہمیں ان کے چنگل سے نکالا۔ آگے چل کر تفصیل سے بتاؤں گا کہ

قادیانی جماعت کا نظام کیا ہے اور اُن کا ہدف کیا ہے؟

جماعت احمدیہ نے بظاہر مذہب کا لبادہ اوڑھ رکھا ہے، مگر یہ کوئی مذہبی گروہ نہیں، بلکہ ایک لمیٹڈ فرم ہے۔ جس

کے مالی اور سیاسی مقاصد ہیں۔ مرزا غلام احمد کی فیملی کے لوگ پرتعیش زندگی گزارتے ہیں۔ ان کے کروڑوں کے فارم ہیں۔ بلند و بالا کوٹھیاں ہیں۔ چارٹرڈ طیاروں میں سفر کرتے ہیں۔ ان کا کوئی روزگار نہیں ہے، لیکن ان کی عیاشی اور لائف سٹائل کا بنیادی ذریعہ چندہ ہے۔ افریقہ کے ملک گھانا میں قادیانیوں کا بہت بڑا سیٹ اپ ہے۔ مختلف فارمز وہاں بنائے گئے ہیں۔ قادیانیوں کا موجودہ خلیفہ مرزا مسرور احمد خلافت پر متمکن ہونے سے پہلے گھانا ہی میں آٹھ سال تک قیام پذیر رہا ہے۔ ربوہ (چناب نگر) میں ان کا یہ لائف سٹائل اور لگژری لائف نہیں تھی۔ یہ سب سیٹ اپ بیرون ممالک میں بنائے گئے ہیں۔ بیرونی ملکوں میں انہوں نے اپنی جڑیں مضبوط کر لی ہیں۔ تاکہ اگر پاکستان میں حالات ان کے خلاف ہو جائیں تو وہ وہاں بھاگ جائیں، لیکن یہ یاد رکھیں کہ وہ دنیا کے کسی بھی حصہ میں چلے جائیں گے، لیکن وہ قادیان میں کبھی نہیں جائیں گے، کیونکہ وہاں عیش و راحت کے سامان میسر نہیں ہیں۔ قادیانی جماعتیں ساری دنیا سے چندہ اکٹھا کرتی ہیں اور پھر وہ سارا چندہ لندن میں بھجوایا جاتا ہے۔ درحقیقت یہ منی لانڈرنگ ہوتی ہے جو چندہ بالخصوص پاکستان سے جاتا ہے وہ بہت سے ذرائع سے ہو کر جاتا ہے اور لندن میں جمع ہوتا ہے۔ جہاں یہ فیصلہ کیا جاتا ہے کہ اب اسے کس محفوظ مقام مثلاً انڈیا یا پانامہ میں منتقل کیا جائے۔

اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ منی لانڈرنگ کا بانی کون ہے تو میرا جواب ہو گا کہ مرزا غلام احمد قادیانی جو نوٹوں کو دو حصوں میں کاٹ کر آدھے نوٹ کو ایک لفافہ میں اور دوسرا آدھا نوٹ دوسرے لفافہ میں ڈلوا کر بذریعہ ڈاک منگوایا کرتا تھا۔ یہ اپنے وقت کی منی لانڈرنگ تھی۔ اب موجودہ خلیفہ کا اپنا سٹائل ہے۔ یہ جو سارے منی لانڈرنگ کے موجد ہیں۔ یہ سارے اس مافیا کا حصہ ہیں جو عام قادیانیوں کو بہکا کر ان سے اسلام کے نام پر دولت ہتھیاتے ہیں اور پھر اسے اپنی عیاشیوں کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ اس نام نہاد اسلامی گروہ سے کوئی بندہ پوچھے کہ پندرہ بیس کروڑ کی گاڑیاں خود رکھی ہوئی ہیں اور عام لوگوں کو سادگی کا درس دیتے ہو، کیا اسی کا نام منافقت نہیں ہے؟

قادیانی جماعت میں چندہ کی 50 سے زیادہ اقسام ہیں جو عام احمدیوں پر عائد ہیں۔ پہلا چندہ عام کہلاتا ہے۔ جس کی ادائیگی ہر احمدی پر لازم ہے۔ جس کی شرح ہر احمدی کی آمدن پر چھے فی صد بنتی ہے۔ چاہے وہ رکشہ چلاتا ہے یا اس کے پاس پراڈو ہے۔ لوگوں کو بلیک میل کر کے کہا جاتا ہے کہ وہ اپنی آمدنی کا زیادہ سے زیادہ حصہ جماعت کو دیں۔ چندۂ عام کا سالانہ بجٹ 30 جون کو ختم ہوتا ہے۔ پھر ''تحریک جدید'' کا چندہ ہے۔ (یاد رہے کہ ''تحریک جدید'' کی تنظیم کو مرزا بشیر الدین نے مجلس احرار اسلام کا مقابلہ کرنے کے لیے 1934ء میں قائم کیا تھا۔) تحریک جدید کے چندہ کا سال اکتوبر میں مکمل ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وصیت کا چندہ بھی چلتا ہے جو آمدن اور جائیداد پر دس فیصد ہوتا ہے۔

مرزا غلام احمد نے ایک خواب دیکھا تھا۔ جس کا ذکر انہوں نے اپنی کتاب ''حقیقت الوحی'' میں کیا ہے، کیونکہ

انہیں مسئلہ یہ درپیش تھا کہ والد فوت ہو جائیں گے اور ساری زندگی میں نے کچھ کیا نہیں، اب ان کے بعد کیا کروں گا۔ ''حقیقت الوحی'' میں اسی کے متعلق لکھا ہے کہ جب والد کی وفات قریب آئی تو مجھے یہ فکر لاحق ہوئی کہ یہ ذریعہ معاش جو ہے یہ تو والد کی زندگی تک ہے۔ پنشن اور جو انعام و اکرام انگریز سے ملتا تھا وہ بھی اسی وقت تک ملے گا جب تک والد زندہ ہے۔ مرزا غلام احمد کہتے ہیں کہ پھر مجھے الہام ہو گیا ''الیس اللہ بکاف عبدہ'' پھر پیسے آنے شروع ہو گئے۔ ہفتہ میں تین لاکھ روپے اکٹھے ہو گئے۔ اب میرا یہاں پر سوال ہے اُن احمدی دوستوں سے کہ جن کے ساتھ میں 50 سال رہا ہوں کہ جب مرزا صاحب لکھ رہے ہیں کہ مجھے اپنے ذریعہ معاش اور آرام کی فکر تھی تو یہ چندے جو ہم دیتے ہیں تو کیا یہ مرزا صاحب یا ان کی فیملی کا ذریعہ معاش ہے، یا خدا کا حکم ہے۔ یا تو مرزا صاحب اپنی آمدن کے آنے کی وجہ یہ بتاتے کہ اس کے بعد ان کی کوئی لاٹری نکل آئی، یا کوئی کام لگ گیا تھا۔ حالانکہ جو آمدن ہو رہی تھی وہ تو چندوں کا سلسلہ تھا۔ ایسا ہی مرزا صاحب کا ہندوؤں کے مقابلے میں ''براہین احمدیہ'' نامی کتاب کی اشاعت کا اعلان تھا جس کے لیے ہندوستان بھر سے مسلمانوں نے انہیں چندے ارسال کیے۔ کتاب کی اشاعت کا اعلان بھی چندوں کی آمدن کا ذریعہ بنا۔ 1905 میں جب مرزا غلام احمد نے دیکھا کہ میرا وقت قریب ہے اور اب اپنی اولاد اور خاندان کے لیے مستقل ذریعۂ آمدن مہیا کر جاؤں۔ تاکہ ان کا معاش کا سلسلہ چلتا رہے۔ تب انہوں نے چندۂ وصیت کا سلسلہ شروع کیا۔ جس کے لیے انہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ انہیں خواب میں ایک جگہ (بہشتی مقبرہ) دکھائی گئی ہے۔ جس میں دفن ہونے والا جنتی ہو گا اور پھر مرزا قادیانی نے اس میں دفن ہونے والوں کے لیے کچھ شرائط بیان کیں۔ ان میں سے ایک شرط ساری زندگی مختلف قسم کے چندوں کی ادائیگی اور پھر اپنی کل منقولہ وغیر منقولہ جائیداد کا دس فیصد حصہ قادیانی جماعت کے نام کر دینا بھی تھی۔ مرزا قادیانی نے ''بہشتی مقبرہ'' میں دفن ہونے والوں کے لیے اپنے رسالہ ''ضمیمہ الوصیۃ'' میں جو شرائط لکھی ہیں۔ ان میں سب سے آخری شرط مرزا صاحب لکھ رہے ہیں کہ میرا خاندان ان شرائط سے مستثنیٰ ہو گا اور جو شخص اس استثنا کے بارے میں اعتراض کرے گا، وہ منافق ہو گا۔ یہ ان لوگوں کے لیے اطلاع ہے، جنہوں نے رسالہ ''الوصیۃ'' کو غور سے نہیں پڑھا، یا سرے سے پڑھا ہی نہیں ہے۔ مرزا غلام احمد نے مزید لکھا ہے کہ جو اس نظامِ وصیت میں شامل نہیں ہوتا، خواہ وہ چندہ دیتا بھی ہے، یعنی جو عام چندہ دیتا ہے۔ وہ منافق لوگ ہیں، خبیث لوگ ہیں، مومن وہی ہیں جو 1/10 کی وصیت کرتے ہیں۔ یہ تھا وصیت کا دھندہ۔

قادیانیوں کے لیے چار چندے دینا تو لازم ہیں: چندۂ عام، تحریک جدید، وقف جدید اور تنظیم (انصار الاحمدیہ، خدام الاحمدیہ، لجنہ وغیرہ) کا چندہ۔ چھوٹے بچے ''اطفال الاحمدیہ'' میں چندہ دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ متعدد چندے ہیں جو لازم تو نہیں مگر کئی طریقوں سے وصول کیے جاتے ہیں۔ میرے پاس ایک خاندان کی جو چھ افراد پر مشتمل ہے، ایک لسٹ ہے جو بیک وقت چھبیس چندے دے رہا ہے۔ یہ چندے جذباتی سطح پر لوگوں کو بلیک میلنگ سے حاصل

کیے جاتے ہیں۔ چندے مختلف ناموں سے موسوم ہیں: مثلاً حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، خلفاء راشدین اور مرزا قادیانی کے بیٹوں کے نام سے چندہ۔ جب کوئی قادیانی چندہ دینے سے انکار کرتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ کمال ہے کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا چندہ نہیں دیں گے۔ حیرت ہے کہ آپ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے نام پر چندہ نہیں دیں گے۔ اس طرح یہ حیلوں بہانوں سے چندے وصول کرتے ہیں۔ جب رمضان المبارک آتا ہے تو لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ جو لوگ یک مشت سو فیصد پیشگی چندے ادا کردیں گے تو اُن کے ناموں کی لسٹ حضور یعنی مرزا مسرور احمد کے پاس جائے گی اور آپ کا نام دعائیہ فہرست میں آجائے گا، حضور آپ کے لیے دعا کریں گے۔ یہ پیسے نکلوانے کا ایک جذباتی و استحصالی طریقہ ہے۔ یہ سب وہ چندے ہیں جو باقاعدہ ہیں اور دینے پڑتے ہیں۔ چھوٹے بچوں کے لیے ننھے مجاہد کے نام سے چندہ لازم کیا گیا ہے۔ کمانے والا ایک ہے اور وہ چندے دس بندوں کے دے رہا ہے۔ اس کے علاوہ بے شمار ایسے مواقع ہیں، جن پر جماعت احمدیہ چندے بٹورتی ہے۔

ان چندوں کے احتساب کے لیے جماعت احمدیہ میں اندرونی طور پر ایک نام نہاد آڈٹ سسٹم بنایا گیا ہے، لیکن جماعت کے کسی فرد کو اُن پر انگلی اٹھانے کی اجازت نہیں ہے، کیونکہ خلیفہ ہر قسم کے احتساب سے ماورا ہوتا ہے۔ جماعت قادیانیوں سے چندے وصول تو کرتی ہے، مگر مقامی علاقائی مسائل میں وہ حاصل شدہ چندوں میں سے کچھ بھی خرچ نہیں کرتی، بلکہ عبادت گاہوں کی تعمیر، یا فلاحی کاموں کے لیے بھی مقامی جماعت اور کارکنوں ہی کو الگ سے فنڈ جمع کرانے پڑتے ہیں۔ ہیومنٹی کے نام پر عبادت گاہوں کی تعمیر کے علاوہ فلاحی کاموں کا ڈھنڈورا پیٹنا سراسر جھوٹا پروپیگنڈا ہے اور یہ سب لوگوں سے پیسے حاصل کرنے کے حیلے بہانے ہیں۔

اگر کسی غریب احمدی کو امداد کی ضرورت ہو تو سب سے پہلے وہ درخواست لے کر اپنے حلقے کے صدر کے پاس جاتا ہے۔ پھر امیر شہر، پھر امیر ضلع کے پاس اور ایک سے دوسرے کے پاس جاتے جاتے اس بیچارے کا کباڑا ہو جاتا ہے اور اس کی عزت نفس کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا جاتا ہے۔ میں نے خود شیخوپورہ کے ایسے غریب قادیانیوں کی فہرست دیکھی ہے جو باقاعدہ مسلمانوں سے زکوٰۃ لیتے ہیں، لیکن مجبوراً جماعت احمدیہ کو چندہ بھی دیتے ہیں۔ جماعت خود کسی غریب کی مدد نہیں کرتی۔ وہ بے چارے تو مسلمانوں سے زکوٰۃ لے کر اپنی ضروریات پوری کرتے ہیں اور جماعت کے عتاب سے بچنے کے لیے اسے چندہ بھی دیتے ہیں۔ ان کا ماٹو لو فار آل (Love for all) دراصل لو فار مال ہے۔ میں نے مرزائی مبلغ مبشر کاہلوں سے سوال کیا تھا کہ آپ قادیان میں تقریر کرتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ چندے دو، تبلیغ کرو اور چلو جنت میں۔ بھلا یہ کس شریعت کا معاملہ ہے۔ جس کی آپ سب لوگوں کو ترغیب دے رہے ہیں تو وہ بہت شرمندہ ہوئے اور ہنستے ہنستے باہر نکل گئے۔ ان چندوں سے حاصل شدہ آمدن کس کے استعمال میں جاتی ہے اور کون اس بے حساب دولت سے فائدہ اٹھا رہا ہے۔ اس کی تفصیل الگ ہے۔ **(جاری ہے)**

مفکرِ احرار چوہدری افضل حق رحمہ اللہ قسط نمبر ۱۶

تاریخ احرار

فتنۂ قادیاں

لوگ بجا طور پر پوچھتے ہیں کہ احرار کو کیا ہو گیا کہ مذہب کی دلدل میں پھنس گئے۔ یہاں پھنس کر کون نکلا ہے جو یہ نکلیں گے؟ مگر یہ کون لوگ ہیں؟ وہی جن کا دل غریبوں کی مصیبتوں سے خون کے آنسو روتا ہے اور وہ مذہب اسلام سے بھی بیزار ہیں۔ اس لیے کہ اس کی ساری تاریخ شہنشاہیت اور جاگیرداری کی دردناک کہانی ہے کسی کو کیا پڑی کہ وہ شہنشاہیت کے خس وخاشاک کے ڈھیر کی چھان بین کر کے اسلام کی سوئی کو ڈھونڈے تاکہ انسانیت کی چاک دامانی کا رفو کر سکے۔ اس کے پاس کارل مارکس کے سائنٹفک سوشلزم کا ہتھیار موجود ہے، وہ اس کے ذریعے سے امراء اور سرمایہ داروں کا خاتمہ کرنا چاہتا ہے۔ اسے اسلام کی اتنی لمبی تاریخ میں سے چند سال کے اوراق کو ڈھونڈ کر اپنی زندگی کے پروگرام بنانے کی فرصت کہاں؟ سرمایہ داروں نے ان برسوں کی تاریخ کے واقعات کو سرمایہ داری کے رنگ میں رنگا اور مساواتِ انسانی کی تحریک جس کو اسلام کہتے ہیں مذہبی لحاظ سے عوام کی تاریخ نہ رہی اور نہ اس میں کوئی انقلابی سپرٹ باقی رہی۔ عامۃ المسلمین امیروں جاگیرداروں کے ہاتھ میں موم کی ناک بن کر رہ گئے۔ ہندوستان میں اس وقت بھی وہ سب سے زیادہ مفلوک الحال مگر حال مست ہیں انھیں اپنے حال کو بدلنے کا کوئی احساس نہیں۔ یہ کیوں ہوا اس لیے کہ خود علمائے مذہب انقلابی سپرٹ سے نا آشنا ہیں اور وہ اب تک مذہب کی اموی اور عباسی عقائد کے مطابق تشریح کر رہے ہیں۔

تاہم کسی کی بے خبری یا کسی گروہ کا تعصب واقعات کو نہیں بدل سکتا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نئے دور کے انقلابی تھے۔ درانتی اور کلہاڑا تو اب مزدوروں کی نشانی بنا لیکن جس نے سرمایہ داری پر پہلے کلہاڑا چلایا اور قومی امتیاز کے ان ریشوں کو کاٹ کر رکھ دیا جس نے انسان کو انسان سے علیحدہ کر دیا تھا۔ صرف سرمایہ ہی طبقات پیدا نہیں کرتا بلکہ انسانوں میں گروہ بندی کرنے والے اور بھی محرکات ہیں ان میں سب سے بڑا ذریعہ مختلف نبیوں پر ایمان ہے۔ قومیں خدا پر ایمان کے نزاع پر مختلف نہیں بلکہ مختلف نبیوں پر ایمان لانے کے باعث الگ الگ ہیں۔ پہلے آمدورفت کے وسائل کی کمی کی وجہ سے ہر ملک ایک الگ دنیا تھی، الگ الگ پیغمبروں کے ذریعے ہر ملک کی روحانی تربیت ضروری تھی۔ ایک ملک میں بیٹھ کر سب ملکوں میں پیغام پہنچایا جا سکتا تھا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دین مکمل ہوا آپ نے **لانبی بعدی** (میرے بعد کوئی نبی نہیں) کا اعلان کر کے دنیا کو اتحاد کا مژدہ سنایا کہ آئندہ نبیوں کی بنا پر قوموں کی تربیت ختم ہو گئی آؤ ایک محکم دین کی طرف آؤ یہ سب کے حالات کے مطابق ہے۔ اسلام تمہارے سارے عوارض کا مکمل نسخہ ہے۔ زمانے نے دیکھ لیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بتدریج دور دور کے ملک آمدورفت کے سلسلوں میں آسانیوں کے باعث نزدیک تر ہوتے گئے۔ اب تو دور دراز

ملک یا شہر کے محلوں سے بھی قریب معلوم ہونے لگے ہیں۔اس لیے ملک ملک کے لیے علیحدہ پیغمبر کی ضرورت نہ رہی تھی۔

اب انسانی دماغ کافی نشو ونما پا چکا تھا لوگ اپنا بھلا برا خود سمجھنے لگے اب ایک سچائی پیش کرنا کافی ہے باقی معاملہ لوگوں کی سمجھ پر چھوڑ نا کفایت کرتا ہے مذہب کی سچائی اب سمجھ سے بالا نہیں بلکہ تعصب کے باعث اسے قبول کرنے میں دقت ہے۔دنیا نے دیکھ لیا سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے آتے ہی اہل دنیا کی عقل اور علم نے حیرت انگیز ترقی کی۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے معنیٰ یہ تھے کہ اب انسانیت سن شعور کو پہنچ چکی ہے اب کسی سکول ماسٹر کی ضرورت نہیں، جو لوگ دنیا کے حالات کا مطالعہ کر سکتے ہیں سچی جھوٹی بات میں فرق کر کے وہ صحیح راہ تلاش کر سکتے ہیں اب مکمل سچائی یعنی اسلام ہم تک پہنچ گیا۔اب کسی نبی کی ضرورت نہ رہی۔اگر ہم نبوت کا سلسلہ ابھی تک جاری مان لیں تو پھر مختلف نبیوں پر ایمان کے باعث قوموں ملکوں پر اور انسانیت میں تقسیم در تقسیم کا عمل جاری رہے گا۔پہلے تو ملک ملک ایک الگ دنیا تھی۔الگ الگ نبیوں کی ضرورت تھی اب جب دنیا سمٹ کر ایک کنبہ میں رہتی ہے تو نبوت کے مختلف دعویداروں کا آنا دنیا کو تقسیم بلا ضرورت کرنے سے کم نہ تھا۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا **لا نبی بعدی** کا ارشاد دنیا کے لیے رحمت کا پیغام اور انسانیت کے لیے خوش خبری تھی۔

ہندوستان کی سر زمین عجیب ہے۔قادیان میں مرزا غلام احمد نے نبوت کا دعویٰ کیا۔۳۰،۴۰ برس مسلمانوں کی توجہ تعمیری کاموں کی بجائے اس متنبّی کی طرف لگی رہی۔ایک حصہ کٹ کے الگ ہو گیا انگریزی حکومت کے زیر سایہ جہاں چھوٹے بڑے راجے نواب پرورش پا کر سرکار کے گن گاتے ہیں اسی طرح حکومت کو اعتراض نہ تھا اگر متعدد نبی اور کئی ایک سرکاری ولی پیدا ہو کر ان کے دعا گو بنے رہیں۔انھیں امور سلطنت میں سہولت درکار تھی۔مسلمانوں کو قابو میں رکھنے کی تدبیروں میں سے یہ بھی حکومت انگریزی کی کارگر تدبیر تھی کہ روحانی اداروں پر ان کے ہوا خواہ قابض ہوں اور یوں سرکار انگریزی کی وفاداری مسلمانوں کا جز و مذہب بن جائے۔پنجاب اور سندھ میں ہر پیر خانہ سرکاری تعلق داری اور وظیفہ خواری پر پرورش پا رہا ہے۔یہ تو پیر تھے مگر حکومت کو قادیان کا پیغمبر ہوا خواہی کے لیے مل گیا۔مسلمان سیاسی اور مذہبی طور پر انگریزی غلامی پر مطمئن ہو گئے۔مسلمانوں کی موجودہ مدہوشی کی بڑی وجہ انگریز کی یہ کامیاب تدبیر ہے۔پھر تو ساری اسلامی آبادی حکومت کی منقولہ جائداد بن کے رہ گئی۔جہاں سے اٹھائیں جہاں ڈالیں۔مخالفت کی ایک آواز نکالنا مشکل تھی۔انگریزی حکومت کی سب سے زیادہ حمایت قادیان کی جماعت کو حاصل تھی۔یہ تائید اتنی زیادہ تھی کہ اکثر سرکاری محکموں میں وہ بہت اثر و رسوخ کے مالک ہو گئے۔بعض جگہ تو سارے کا سارا ضلع ان کے اثر رسوخ میں آ گیا۔لوگ حکومت کی تائید حاصل کرنے کے لیے قادیانیوں کی تائید حاصل کرنا ضروری سمجھتے تھے۔محکمہ سی۔آئی۔ڈی تو الگ رہا قادیانی و مرزائی حکومت کو تفصیلی خبریں پہنچاتے تھے۔حکومت وقت کے خلاف آزادی کی ہر آواز کو دبانے کے لیے اس جماعت کے افراد سب سے پیش پیش تھے۔اسی لیے لوگ قادیانی آواز کو حکومت کی آواز کی صدائے بازگشت سمجھتے تھے اور بے حد خائف تھے۔یہ لوگ

معمولی آئینی ایجی ٹیشن کو بڑھا چڑھا کر سرکار کے دربار میں بیان کرتے تھے۔ انتخابات میں حال یہ تھا کہ ہر امیدوار قادیان کی حمایت حاصل کرنا ضروری سمجھتا تھا جسے یہ تائید حاصل ہوگئی اسے گویا سرکاری تائید حاصل ہوگئی۔ پس قادیانی تحریک کی مخالفت سیاسی اور مذہبی دونوں وجوہات کی بنا پر تھی۔ جس اسلامی جماعت نے مسلمانوں کو آزاد اور توانا قوم دیکھنے کا ارادہ کیا ہو اسے سب سے پہلے اس جماعت سے ٹکرانا ناگزیر تھا۔ اس جماعت کے اثر ورسوخ کو کم کیے بغیر آزادی کا تصور کرنا ممکن نہ تھا۔ شاید ہماری آئندہ نسلیں قادیانیوں کے خلاف ہماری جدوجہد کی قدر وقیمت کا اندازہ لگانے میں اس طرح کی غلطی کھائیں جس طرح مذہب سے بیزار اور اشتراکیت کا شیدائی کھا رہا ہے تعجب ہے کہ اقتصادی مساوات کے حامی لوگ صرف ہمارے مذہبی رجحانات کو دیکھتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ احرار سرمایہ داری کے مضبوط قلعے پر حملہ آور ہیں۔

خدا سے انکار بھی مذہب کی شاخ ہے:

خدا کا شکر ہے کہ ہندوستان کا مذہب آشنا طبقہ احرار کی قادیان کے خلاف جدوجہد کو استحسان کی نظر سے دیکھتا ہے۔ ہاں ایک طبقہ ہمیں مذہبی دیوانہ اور خود کو فرزانہ قیاس کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مذہب افیون ہے، اس سے قوی مضمحل ہو جاتے ہیں اور زندگی کے اصل مسائل کو سمجھنے کی قابلیتیں اور کامیاب جدوجہد کی فرصتیں کم ہو جاتی ہیں۔ مگر مذہب کیا ہے؟ خدا کے متعلق ایک خاص تصور اور عقیدہ کوئی گروہ اس کا اقرار کر کے مذہبی ہے کوئی انکار کر کے۔ منکر خدا بھی تو خدا کے متعلق سوچتا ہے۔ وہ خدا کے اقراری کے خلاف ایسے ہی جذبات رکھتا ہے جیسے منکر خدا کے متعلق خدا کو ماننے والے۔ پس نفی واثبات کی عملی دنیا میں بحث فضول ہے کیونکہ ذہنی اعتبار سے دونوں کے خیالات کا مرجع ومرکز خدا ہی ہے۔ سب اسی کے متعلق نفی اور اثبات میں سوچتے ہیں۔ اس لیے ہمیں مذہبی دیوانہ کہنے والے خود بھی اسی طرح خطاب کیے جانے کے مستحق ہیں۔ لیکن عمل کی دنیا میں جو کمزور ہے وہ بے شک اپنے مذہب میں کمزور ہے۔ پس احرار اسلام کو دنیا وآخرت کی سیدھی راہ سمجھتے ہیں۔ مذہبی دیوانہ ہونا ہمارے لیے کچھ چڑ نہیں بشرطیکہ عمل کی دنیا میں ہم مبارک سپاہی ثابت ہوں۔ اگر ہم کام چور اور بے ہمت ہیں تو بے شک مذہب اسلام کے افیون ہونے کا ہم ثبوت بہم پہنچا رہے ہیں۔ احرار پختہ عمل مذہب کے دیوانے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ سرکاری نبی اور سرکاری ولی اس دور میں کیوں پیدا ہو رہے ہیں۔ صرف اس لیے کہ مسلمانوں میں وہ انتشار اور نئے نئے گروہ پیدا کرنے کا باعث ہوں اور کہیں مسلمانوں کی قوت ایک مرکز پر جمع نہ ہونے پائے۔

نئی نبوت کے دعوے کے ساتھ مسلمانوں کا ایک حصہ مستقل طور پر کٹ کر الگ ہو جاتا ہے۔ مرزائیوں کا کیا حال ہے؟ وہ سب مسلمان کہلانے والوں کو کافر کہتے ہیں اور ہر دم ان کی بیخ کنی کے درپے رہتے ہیں۔ کیونکہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر یمان لانے کو کافی نہیں سمجھتے۔ جو مرزا صاحب پر ایمان نہ لائے ان کے لیے وہ مسلمان بھی یہودی اور عیسائی کی طرح ہے۔ بلکہ سچ یہ ہے کہ مسلمانوں کو قریبی دشمن سمجھتے ہیں جس کو سب سے پہلے نیچا دکھانا وہ اپنی ہستی کو برقرار رکھنے کے لیے ضروری قیاس کرتے ہیں۔ اگر ان کے مسلمانوں کے ساتھ باہم روابط ہیں تو وہ اس لیے

کہ سیاسی طور سے مسلمانوں کا جز و بنے رہنا ان کو بے حد مفید ہے۔ اگر مسلمانوں سے علیحدہ رہیں تو ہندوستان میں انہیں کوئی دو کوڑی کو نہ پوچھے۔ اب وہ اکثر سرکاری محکموں میں نمایاں حیثیتوں میں نظر آتے ہیں۔ مرزائی ہم مسلمانوں سے سیاسی اتحاد رکھنا چاہتے ہیں تاکہ مسلمانوں کی ملازمتوں اور سیاست پر قبضہ رہے اور ان کی جڑ کاٹنے میں بھی آسانی۔ ہو عیسائی گو اہل کتاب ہیں مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لانے کے باعث ہم ان کو مذہبی لحاظ سے مخالف گروہ سمجھتے ہیں۔ اسی طرح مرزائیوں کا ہمارے متعلق قیاس ہے۔

اس زمانے میں ہر قوم یہ حق سمجھتی ہے کہ اپنے اندر ففتھ کالم سے خبردار رہے اور ان کی سازشوں سے بچے۔ ان کی میٹھی میٹھی باتوں اور ان کی ہمدردیوں سے دھوکہ نہ کھائے۔ کھلے دشمن کا مقابلہ آسان ہے مگر بغلی گھونسوں کا کوئی علاج نہیں بجز اس کے کہ انسان ہر وقت چوکس رہے۔ ہم مرزائیوں کے بحیثیت انسان مخالف نہیں نہ ان کی عزت و آبرو کے دشمن ہیں۔ البتہ ان کی مضرت سے بچنا اپنا قدرتی حق سمجھتے ہیں۔

مرزائیت میں اگر فاش خامیاں نہ بھی ہوتیں اور وہ غلط دعووں کا عبرت انگیز مرقع نہ بھی ہوتی تو بھی نبوت کا دعویٰ بجائے خود اسلام پر ضرب کاری اور مسلمانوں میں انتشار عظیم پیدا کرنے کا سبب ہے۔ اس دعوے کے ساتھ ہی یہ گروہ مسلمانوں کی کڑی نگرانی کا سزاوار ہو جاتا ہے۔ پس ہم نے دیکھا کہ مرزائی لوگ:

۱۔ برٹش امپیریلزم کے کھلے ایجنٹ ہیں۔

۲۔ وہ اعلیٰ طبقہ کا ذہن رکھتے ہیں۔ اردگرد کی غریب آبادی کا بائیکاٹ کرنا اور دوسرے ذریعوں سے انھیں مرعوب کرنا ان کا دھندا ہے۔

۳۔ وہ مسلمانوں میں ایک نئی گروہ بندی کے طلب گار ہیں جو مسلمانوں کی جمعیت کو ٹکڑوں ٹکڑوں میں بانٹ دے گی۔

۴۔ وہ مسلمانوں میں بطور ففتھ کالم کام کرتے ہیں۔

اکثریت کے ارادے مخفی نہیں ہوتے۔ مگر کمزور اقلیتوں کے لیے جو اکثریت کے خلاف محاذ بنانا چاہیں ضروری ہے کہ وہ اپنے ارادوں کو مخفی رکھیں۔ ان احتمالات کے پیش نظر خیال آتا تھا کہ ان مخالفین اسلام کی نگرانی ضروری ہے۔ قادیان میں مسلمان پر مظالم کی دل خراش داستان متواتر ہمارے کانوں تک پہنچ رہی تھی۔ مرزائی لوگ باہر سے آ کر دھڑا دھڑ وہاں آباد ہو رہے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھنے اور غریب ہونے کے باعث مسلمانوں پر باہر سے آئے ہوئے سرمایہ دار مرزائی عرصہ حیات تنگ کر رہے تھے۔ یہ سب کچھ قادیانی خلیفہ کے ایماء پر ہو رہا تھا۔ تمام ہندوستان کے علماء فتویٰ بازی تو کرتے تھے مگر مقابلے کی جان نہ تھی۔ بٹالہ ضلع گورداسپور میں درد دل رکھنے والے مسلمانوں نے شبان المسلمین نام کی ایک جماعت بنائی۔ علماء کو اکٹھا کرتے رہے۔ سالانہ اجلاس کے اختتام پر قادیان بھی ایک دن گئے۔ ان علماء کا قادیان جانا سرکاری نبوت کے حاملوں کو ایک آنکھ نہ بھایا۔ دوسرے سال انہوں نے مار پیٹ کی پوری تیاری کر لی۔

چنانچہ مرزائی نوجوان بوڑھے علماء پرٹوٹ پڑے۔لاٹھیوں کا مینہ برسایا۔ان کا بند بند توڑا۔کس کی رپٹ کہاں کی رپورٹ؟ تھانہ مرزائیوں کا دبیل تھا، دادرسی کی کیا توقع تھی؟ یہ بیچارے جوں توں کر کے بٹالہ پہنچے جو قیامت ان پر گذری تھی اس کی داستان دردلوگوں کو سنائی پھر کئی سال کسی کا حوصلہ نہ ہوا کہ کوئی عالم دین قادیان مارچ کرے۔

احرار کا قادیان میں داخلہ: اکتوبر۱۹۳۴ء:

جس طرح بے کسی کشمیر کی غریب آبادی کی مصیبتوں کو دیکھ کر فریاد و فغاں کررہی تھی اور ہم اس کے دردناک نالوں کو سن کر اٹھے۔اسی طرح ہم نے قادیان کے تباہ حال اور ستائے ہوئے ہندوؤں اور مسلمانوں کی پکار کو سن کر کان کھڑے کیے۔قادیان کے مرزائی سرمایہ داروں کو یقین تھا کہ زمین کے دردناک نالے آسمان کے خداوند تک نہیں پہنچتے۔انھیں دنیا کے خداوندوں کا سہارا تھا اور وہ من مانی کارروائیاں اسی لیے کرتے تھے کہ حکام تک ان کی رسائی تھی۔لیکن دیکھوں یوں معلوم ہوا کہ گویا آسمان کے خداوند نے کہا کہ اے ارباب غرور یہ تمہاری متشددانہ زندگی کی انجیل کے اوراق اب بند ہو جانے چاہئیں۔پس اس نے جھوٹے مسیحا اور اس کے حواریوں کے مظالم کو روکنے کے لیے ایک خاک نشینوں کی جماعت کے دل میں تحریک کی جس نے چند نوجوان والنٹیر وں کو قادیان میں بھیجا تا کہ مسلمانوں کی مساجد میں جا کر نماز ادا کریں۔لیکن ایسا نہ کرنا کہ کہیں مرزائیوں کی مسجد میں جا گھسو اور مرزائیوں کو تم پر تشدد کا معقول بہانہ مل جائے۔لیکن قادیانی مرزائیوں کو مسلمانوں کی مسجد میں آوازۂ اذان کی برداشت کہاں تھی؟ مسلمانوں پر ان کی لاٹھی کا ہاتھ رواں تھا ہی، آئے اور لاٹھی کے جوہر دکھانے لگے۔بے دردوں نے لاٹھیوں سے احرار والنٹیر وں کو اس قدر پیٹا کہ پناہ بخدا۔بزدل دشمن قابو پا کر ایسے ہی غیر شریفانہ مظاہرے کرتا ہے۔والنٹیر جان سے بچ گئے مگر مدت تک ہسپتال میں پڑے رہے۔اس کے بعد احرار نے بٹالہ میں کانفرنس کر کے حکومت اور قادیانی ارباب اقتدار کو للکارا۔مرزائیوں اور سرکار نے سمجھا کہ احرار کی خاک میں شعلے کہاں۔ پروا تک نہ کی۔کسی مرزائی کی گرفتاری عمل میں نہ آئی۔لیکن اتنا ہوا کہ رپورٹروں نے حکام اور مرزائی صاحبان سے کہہ دیا کہ احرار کی کشمیر کی یلغار کو سامنے رکھو۔ایسا نہ ہو کہ گرد میں سوار نکل آئیں۔احرار جس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں پھر پیچھا نہیں چھوڑتے اور ہموار کر کے دم لیتے ہیں۔مار کھا کے چپکے بیٹھ جانا شریفوں کا شیوہ نہیں،اس لیے جولائی ۱۹۳۵ء میں امرت سر میں ورکنگ کمیٹی ہوئی فیصلہ ہوا کہ جو ہو سو ہو، احرار کا قادیان میں مستقل دفتر کھولنا چاہیے۔معلوم کیا کہ ہم میں کون ہے جو علم میں پورا اور عمل میں پختہ ہے جو موت کی مطلق پرواہ نہ کرے اور اللہ کا نام لے کر کفر کے غلبے کو مٹانے کے عزم سے اس جگہ اقامت اختیار کرے اور مرزائیوں کی ریشہ دوانیوں کی نگرانی کرے۔خدا نے مولانا عنایت اللہ کو توفیق دی۔وہ شادی شدہ نہ تھے اس لیے جماعت کو یہ غم نہ تھا کہ ان کی شہادت کے بعد کنبہ کا بوجھ اٹھانا ہے اور بچوں کی پرورش کا سامان کرنا ہے۔

مولانا عنایت اللہ:

غرض خطرات کے ہجوم میں مولانا کو دفاع مرزائیت کا کام سپرد کیا گیا۔دارالکفر میں اسلام کا جھنڈا گاڑنا معمولی سی

اولوالعزمی نہیں تھی۔ افسوس مسلمانوں نے دنیا کے لیے زندہ رہنا سیکھ لیا ہے۔ اوران کے سارے تبلیغی ولولے سرد پڑ گئے ہیں۔ اب جب کہ فتنہ مرزائیت نے سر اٹھایا تو انھوں نے کوئی مصلحت اختیار کی۔ باوجودیکہ مرزائی مسلمانوں کو صریح کافر کہتے ہیں، یہاں تک کہ جنازہ تک پڑھنے کے روادار نہ تھے لیکن لوگ انھیں انگریز کا سمجھ کر منہ نہ آتے تھے۔ تعلیم یافتہ مسلمانوں نے تو حد کردی تھی، وہ اس خانہ برانداز قوم کا تعاون حاصل کرنے کو حصول ملازمت کا ضروری مرحلہ خیال کرتے تھے۔ بہت ہیں جنھوں نے دنیا حاصل کرنے کے لیے دین کو فروخت کردیا۔ دین فروشوں کا گروہ ہر زمانے میں موجود رہا ہے۔ قوموں کے زوال میں اس گروہ کا بہت بڑا حصہ ہوتا ہے۔ مرزائی لوگ انسانی فطرت کی اس کمزوری سے پورا فائدہ اٹھاتے رہے۔ ضلع گورداسپور کے سارے حکام ان کا اس وجہ سے پانی بھرتے تھے کہ قادیانی گمراہوں کی رسائی انگریزی سرکار تک ہے۔ ضلع کے حکام کے ذریعہ عوام کو مرعوب کرنا سرکار کا وفادار فریق بنا کر تعلیم یافتہ لوگوں کو ملازمتوں کے سبز باغ دکھانا ان کا کام تھا۔ انگریزی سلطنت کی مضبوطی کو دیکھ کر اور سرکار سے مرزائیوں کا گٹھ جوڑ دیکھ کر کسی تبلیغی جماعت کا حوصلہ نہ تھا کہ وہ خم ٹھونک کر میدانِ مقابلہ میں نکلتی۔ اللہ نے احرار کو توفیق دی کہ وہ حق کا علم لے کر کفر کے مقابلے میں نکلے۔ مرزائی متعدد قتل کر چکے تھے، قادیان میں انھیں کوئی پوچھنے والا نہ تھا۔ مولانا عنایت اللہ کو دفتر لے دیا گیا۔ قادیان میں احرار کا جھنڈا لہرانے لگا۔ سرخ جھنڈے کو دیکھ کر مرزائی روسیاہ ہوگئے۔ آہ ان کے سینوں کو توڑتی نکل گئی۔ یہ ان کی آرزوؤں کی پامالی کا دن تھا۔ مرزائیوں نے اپنی امیدوں کا جنازہ نکلتے دیکھا تو سر پیٹنے لگے۔ سرکار کی دہلیز پر سر دھر کر پکارے: حضور قادیان مرزائیوں کی مقدس جگہ ہے۔ احرار کے وجود سے یہ سرزمین پاک کردی جائے۔ جب مرزائیت نصرانیت کا آسرا ڈھونڈھنے نکلی تو ہم نصرانیوں اور قادیانیوں کے اتحاد سے ڈرے ضرور مگر خدا کو حامی و ناصر سمجھ کر اس کے تدارک میں لگ گئے۔ ڈرنا اور ہمت ہار دینا عیب ہے۔ ڈرنا اور پہلے سے زیادہ چوکنے ہو کر مقابلہ کرنا بڑی خوبی ہے۔ بساط سیاست پر نرد کو بڑھا کر اس کو تنہا چھوڑنا غلطی ہوتی ہے ہم نے اوّل ان احباب کی فہرست تیار کرلی جو مولانا عنایت اللہ کی شہادت کے بعد یکے بعد دیگرے یہ سعادت حاصل کرنے کے لیے ۲۴ گھنٹے کے اندر قادیان پہنچ جائیں کیونکہ مرزائیوں نے قادیان کو قانونی دسترس سے پرے ایک دنیا بنا رکھا تھا، جہاں مسلمانوں، ہندوؤں اور سکھوں پر بلا خطا مظالم توڑے جاتے تھے۔ قتل ہوتے تھے مگر مقدمات عدالت تک نہ جاسکتے تھے۔ دوسرے، ہم نے فوراً مولوی عنایت اللہ کے نام قادیان میں مکان خرید دیا تاکہ مرزائیوں اور حکام کا یہ عذر بھی جاتا رہے کہ مولوی صاحب موصوف ایک اجنبی ہیں اور ان کا قادیان سے کوئی تعلق نہیں۔ تیسرے قادیان کی تقدیس کے دعوے کو باطل کرنے کے لیے، ہم نے احرار تبلیغ کانفرنس قادیان کا اعلان کیا۔ اس پر تو گویا قادیانی ایوان میں زلزلہ آ گیا۔ اس اعلان کے ساتھ ہی مرزائی سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے اور سر حکام کے پاؤں پر رکھ دیا کہ تمہاری خیر ہو ہماری خبر لو کہ خانہ خراب ہوا جاتا ہے۔ ہم سے کہا گیا کہ کانفرنس سے باز رہو۔ قادیان میں مرزائیوں کی اکثریت ہے، اقلیت کا حق نہیں کہ ان کے جذبات کو ٹھیس پہنچائے ہم نے حکام کو جواب دیا۔ سوائے قادیان کے مرزائیوں کی اکثریت کہاں ہے؟ سوائے قادیان کے سب جگہ ان کی تبلیغ بند کردی

جائے۔ اس جواب معقول سے وہ لاجواب ہو گئے مگر رخنہ اندازیوں میں برابر مصروف رہے۔ مگر اٹھایا ہوا قدم واپس نہ ہو سکتا تھا حکومت نے سراسر ناانصافی سے بچنے کے لیے کہا کہ کانفرنس کرو لیکن مسلح ہو کر قادیان میں داخل نہ ہو اس میں ہمیں عذر کیا تھا؟ کانفرنس کی کامیابی نے دوست اور دشمن کو حیران کر دیا۔ مرزائی تو جل گئے۔ اور جلدی جلدی حکام کے پاس پہنچے کہ لو سرکار بخاری نے دل کا بخار نکالا، بڑے مرزا صاحب کی توہین کی، چھوٹے مرزا کے الگ بخیے ادھیڑے...... اگر اب مدد نہ کی تو کب کام آؤ گے؟ سرکار نے آؤ دیکھا نہ تاؤ بخاری صاحب کو گرفتار کر کے عدالت میں لا کھڑا کیا۔

خدا کی حکمت گناہ گاروں کی عقل پر مسکراتی ہے۔ مرزائی تو احرار کو مرعوب کرنے کے لیے عطاء اللہ شاہ صاحب پر مقدمہ چلا رہے تھے۔ لیکن قدرت مرزائیت کے ڈھول کا پول کھولنے کے لیے بے تاب تھی۔ خدا کی مہربانی سے مرزائیت کے خلاف وہ ثبوت بہم پہنچے کہ کسی کو وہم و گمان بھی نہ تھا کہ ہم میں ایسے ثبوت مہیا کرنے کی صلاحیت ہے۔ ہم نے اس مقدمہ میں مرزائیت کے مذہب و اعتقاد پر بحث نہیں کی بلکہ مرزائیت کے اور اعمال کو پیش کیا۔ جس سے ابتدائی عدالت بھی متاثر ہوئی اگرچہ اس نے سید عطاء اللہ شاہ صاحب کو چھ ماہ کی سزا دے دی تاہم سننے والی پبلک پر گہرا اثر ہوا۔ سب کو یقین تھا کہ شہادت صفائی ایسی مضبوط ہے کہ یہ سزا بحال نہیں رہ سکتی لیکن مرزائی ہیں کہ شاہ صاحب کی سزایابی پر پھولے نہ سماتے تھے۔ ان کے گھر میں گھی کے چراغ جلائے گئے لیکن سیشن جج مسٹر کھوسلہ نے مرزائیوں کی خوشیوں کو اپنے فیصلہ اپیل میں ماتم سے بدل دیا۔ اس نے وہ تاریخی فیصلہ لکھا جس سے اسے شہرت دوام حاصل ہو گئی۔ اس فیصلہ کا ہر حرف مرزائیت کی رگ جان کے لیے نشتر ہے۔ اس فیصلہ میں مسٹر کھوسلہ نے چند سطروں میں مرزائیت کی ساری اخلاقی تاریخ لکھ ڈالی۔ اس کے فیصلے کا ہر لفظ دریائے معانی ہے۔ اس کی ہر سطر مرزائیت کی سیاہ کاریوں اور ریاکاریوں کی پوری تفسیر ہے۔ مسٹر کھوسلہ کے قلم کی سیاہی مرزائیت کے لیے قدرت کا انتقام بن کر کاغذ پر پھیلی۔ اور مرزائیت کے چہرے پر نہ مٹنے والے داغ چھوڑ گئی۔ ہر چند انھوں نے ہائی کورٹ میں سر سپر و جیسے مقنن کی معرفت چارہ جوئی کی تا کہ مسٹر کھوسلے کے فیصلے کا داغ دھویا جائے مگر انھیں اس میں کامیابی نہ ہوئی۔ مرزائی آج تک یہی سمجھتے تھے کہ قدرت ظلمِ ناروا کا انتقام لینے سے قاصر ہے مگر اس فیصلے نے ثابت کر دیا کہ خدا کے حضور میں دیر ہے اندھیر نہیں۔

اس فیصلہ کو تاریخِ احرار میں خاص اہمیت حاصل رہے گی۔ دراصل یہ فیصلہ مرزائیت کی موت ثابت ہوا۔ جس غیر جانب دار نے اس کو پڑھا وہ مرزائیت کے نقش و نگار کو دیکھ کر اس سے نفرت کرنے لگا۔ علامہ سر اقبال اور مرزا سر ظفر علی کے بیانات نے بھی تعلیم یافتہ طبقے کے رجحان خیال کو بدل دیا۔ الیاس برنی نے قادیانی مذہب لکھ کر مرزائیت کے مقابلے میں اسلام کی بہت بڑی خدمت انجام دی۔ لیکن سچ یہ ہے کہ مسٹر کھوسلہ نے جو مرزائیت کے قلعے پر بم پھینکا۔ اس نے کفر کے اس قلعے کی بنیادیں ہلا دیں۔ ان قلعہ بندیوں کو مسمار کرنے میں آسانی ہو گئی جہاں چار مرزائی بیٹھے ہوں۔ ان میں مسٹر کھوسلہ کا فیصلہ پھینک دو یہ بم پھینکنے کے برابر ہو گا۔ وہ سراسیمہ ہو کر بھاگ جائیں گے۔ (جاری ہے)

حُسنِ انتقاد

تبصرہ کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ھے

نام کتاب: اشاریہ ہفت روزہ خدام الدین (دوسرا حصہ 1971 تا1985) مرتب: صلاح الدین فاروقی ٹیکسلا

ضخامت: 558 صفحات　　قیمت: درج نہیں　　ناشر: القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ

اشاریہ سازی ایک مستقل فن ہے اور تحقیقی امور میں اشاریوں کی اہمیت اظہر من الشّمس ہے۔ اس سے علمی و تحقیقی میدان میں محنت کرنے والوں اور مصنفین کو بڑا فائدہ اور آسانی ہوتی ہے۔ تحقیق میں مواد کی فراہمی کا ایک بڑا اور اہم ذریعہ کتابیں اور رسائل ہیں۔ جو کتابیں شائع ہوتی ہیں عموماً وہ تو بازار میں دستیاب ہوتی ہیں یا کہیں سے منگوائی بھی جاسکتی ہیں۔ لیکن رسائل کے ساتھ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ کتابیں کسی مخصوص موضوع اور مخصوص نقطہ نظر سے متعلق ہوتی ہیں، لیکن رسائل میں مختلف اور متنوّع موضوعات پر مضامین اور مختلف اصناف سخن شامل ہوتی ہیں۔ رسائل وجرائد کے اشاریے محقق کے لیے اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان میں مختلف اور متنوع موضوعات کے سراغ پائے جاتے ہیں۔ بسا اوقات ایک مضمون سے جتنی معلومات وفوائد حاصل ہوتے ہیں وہ کبھی کبھی پوری کتاب سے بھی حاصل نہیں ہو پاتے۔ اُس وقت متلاشیان علم کے لیے ایک مضمون کی اہمیت ایک کتاب کے مقابلے میں زیادہ ہوجاتی ہے، اس لیے رسائل کی اشاریہ سازی کے کام کی طرف توجہ کی ضرورت ہے۔ کیونکہ رسائل کی اشاریہ سازی ہنوز تشنہ ہے، اور اس سلسلے میں ابھی تک جو کام ہوا ہے وہ آٹے میں نمک کے برابر ہے۔

زیر تبصرہ کتاب اشاریہ ’’ہفت روزہ خدام الدین دوسرا حصہ (1971 تا1985)‘‘ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ محترم جناب صلاح الدین فاروقی ٹیکسلا صاحب نے اس سے پہلے بھی ہفت روزہ خدام الدین کا (1955 تا1970) 15 سالہ اشاریہ مرتب کیا تھا، یہ اسی سلسلے کا مابقیہ ہے۔ اللہ پاک مرتب کی اس کوشش کو قبول فرمائیں اور عوام الناس کے لیے نفع بخش بنائیں۔ **(مبصر: حافظ اخلاق احمد)**

(بقیہ صفحہ 63) ضلع خانیوال اور مضافات میں ناظم شعبہ دعوت وارشاد ڈاکٹر محمد آصف کے تبلیغی دورے

مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان کے ناظم شعبہ دعوت وارشاد ایک روزہ تبلیغی دورے پر ملتان سے کبیروالا کے معروف دینی ادارہ جامعہ سراج العلوم میں پہنچے جہاں پر طلباء کو ختم نبوت کورس پڑھایا، اور اس کے بعد کبیروالا سے تقریباً پچیس کلومیٹر کے فاصلے پر واقع علاقہ پل باگڑ میں دو مختلف قادیانیوں سے ملاقات ہوئی جس میں ایک پیدائشی قادیانی جبکہ دوسرا 1992ء میں قادیانیت قبول کرنے والا مقبول نامی ایک بزرگ شہری تھا جو کہ قادیانیت قبول کرنے سے پہلے تبلیغی جماعت کے ساتھ منسلک تھا اور تبلیغی نصاب کے مطابق چار ماہ بھی لگائے ہوئے تھے، وہاں سے واپسی پر پھر کبیروالا بازار کے احرار کارکنوں سے ملاقات ہوئی اور وہاں قادیانی سرگرمیوں کے حوالے سے تفصیلی بات چیت ہوئی۔

اخبارالاحرار

جامعہ فاروقیہ کراچی کے مہتمم اور شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ خالد دامت برکاتہ کی دار بنی ہاشم آمد:

ملتان (3 جولائی 2021 / 22 ذیعقدہ 1442) ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری کی خدمات کو تادیر یاد رکھا جائے گا۔حضرت امیر شریعت، ان کی جماعت مجلس احرار اور ابناء امیر شریعت کی مساعی جلیلہ امت کا عظیم سرمایہ ہیں۔ ان خیالات کا اظہار جامعہ فاروقیہ کراچی کے مہتمم و شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ خالد نے دار بنی ہاشم ملتان میں قائد احرار ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری رحمہ اللہ کی تعزیت کے لیے تشریف آوری کے موقع پر کیا۔انھوں نے کہا کہ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے مجلس احرار نے 1953 میں تحریک چلائی جس کے نتیجے میں قادیانی فتنہ کی جڑیں کھوکھلی ہوگئیں اور امت مسلمہ کو اس فتنہ سے آگاہی حاصل ہوئی، انھوں نے کہا کہ دین دشمن عناصر وطن عزیز کی اسلامی شناخت کو ختم کرنا چاہتے ہیں، انھوں نے کہا کہ مدارس و مساجد کو ختم کرنے والے خود ختم ہو جائیں گے دین قیامت تک کے لیے ہے اور ہمیشہ غالب رہے گا۔اس موقع پر مولانا سید عطاء المنان بخاری، سید عطاءاللہ ثالث بخاری، مجلس احرار ملتان کے امیر مولانا محمد اکمل اور دیگر اساتذہ وکارکنان احرات بھی موجود تھے۔

چکوال اور مضافات میں تبلیغی سرگرمیاں:

مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے ناظم شعبہ دعوت و ارشاد ڈاکٹر محمد آصف، مجلسِ احرارِ اسلام کے امیر مرکزیہ سید محمد کفیل بخاری کے ہمراہ 20 جون بروز اتوار حسن ابدال سے تلہ گنگ پہنچے، سید کفیل بخاری نے اتوار کے روز چکڑالہ میں احرار کے تیسرے مرکز مسجد النور کا سنگ بنیاد رکھا، بعد ازاں امیر مرکزیہ لاہور روانہ ہو گئے۔جبکہ ڈاکٹر محمد آصف نے سوموار 21 / 06 / 21 کو بعد از نمازِ فجر مرکز احرار تلہ گنگ جامع مسجد ابوبکر صدیق میں ختم نبوت کے عنوان پر بیان کیا جبکہ بعد از نماز عصر مسجد الحسنین پرانی منڈی مویشیاں اور بعد نماز مغرب جامع مسجد فاروق اعظم میں اور بعد از نماز عشاء جامع مسجد عثمان نزد تھانہ سٹی میں عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور فتنہ قادیانیت کی ارتدادی سرگرمیوں کے حوالے سے تفصیلی گفتگو ہوئی۔اسی طرح یہ سلسلہ 27 جون تک جاری رہا۔

22 جون بروز منگل بعد از نماز عصر: مسجد حسنین گلی سیٹھیاں، بعد از نماز جامع مغرب مسجد مہاجرین، بعد از عشاء جامع مسجد عائشہ صدیقہ۔23 جون بروز بدھ قبل از عصر: چینجی شہر کی مسجد خلفائے راشدین، بعد از مغرب جامعہ انوار القرآن جھاٹلہ، بعد از نماز عشاء مسجد ابوبکر ڈھوک دتیال۔24 جون بروز جمعرات بعد از عصر: جامع مسجد مدنی پنڈی روڈ, بعد از نماز مغرب جامع مسجد خالد بن ولید (اہل حدیث)۔25 جون بروز جمعہ بعد از نماز عصر: جامع مسجد موچیاں والی، مغرب کی نماز کے بعد جامع مسجد ابوعبیدہ بن جراح محلّہ محمد آباد، عشاء کے بعد جامع مسجد علی جماعت اسلامی۔26 جون بروز ہفتہ: ڈاکٹر محمد آصف اور مولانا تنویر احرار ضلع خوشاب کے علاقہ پیلو وینس میں قادیانیت سے تائب ہونے والے کچھ نومسلمین دوستوں سے ملاقات کیلئے گئے اور بعد از نماز مغرب مسلک بریلوی سے تعلق رکھنے

والے معروف عالم مولانا صابر ایوب کی دعوت پر پرانی جامع مسجد میں ڈاکٹر محمد آصف نے عقیدہ ختم نبوت کے عنوان پر عوام وخواص سے خطاب کیا۔ 27 جون بروز اتوار: آخری بیان مرکزی جامع مسجد عیدگاہ میں ہوا۔ جس میں عوام کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ مجموعی طور تمام نشستیں کامیاب رہیں اور عوام وخواص نے مجلسِ احرارِ اسلام کے اس دعوتی مشن کی تائید کی اور دعاؤں سے نوازا۔ دورہ مکمل ہونے کے بعد 28 جون بروز سوموار کولاہور روانہ ہوگئے۔

دار بنی ہاشم میں نومسلمین اور زیرِ تبلیغ احباب کی خصوصی نشست:

(رپورٹ: مولوی محمد فیضان) شعبہ تبلیغ تحفظ ختم نبوت مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام ایک روزہ علمی، فکری و تربیتی نشست مجلس احباب 11 جولائی بروز اتوار صبح 10 بجے تا نماز عصر مرکز احرار دار بنی ہاشم ملتان میں منعقد ہوئی۔ جس میں ضلع ملتان کے نومسلمین و زیرِ تربیت احباب اور داعیان خصوصی نے شرکت کی نشست کا اختتام قائد احرار نواسہ امیر شریعت حضرت مولانا سید محمد کفیل بخاری مدظلہ کی قیمتی نصائح اور دعا سے ہوا۔

مجلس احرار اسلام ضلع ملتان کی جانب سے مختلف یونٹس میں منعقدہ احرار تربیتی ورکشاپس:

(رپورٹ: فرحان الحق حقانی) مجلس احرار اسلام یونٹ قاسم بیلہ کے زیر اہتمام جامع مسجد کرنالوی میں مورخہ 25 جون 2021ء بروز جمعہ بعد نماز مغرب احرار تربیتی ورکشاپ کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں قاسم بیلہ، بستی محمد پور گھوٹہ اور بستی لنگڑیال کے احرار ذمہ داران اور کارکنوں نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ احرار تربیتی ورکشاپ کا آغاز قاری منظور احمد اور احرار کارکن مولانا فیصل اشفاق نے تلاوت قرآن مجید سے کیا جبکہ نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خطابات کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی رہنما نبیرہ امیر شریعت مولانا حافظ سید عطاء المنان بخاری نے تاریخ احرار کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے احرار کارکنوں سے کہا کہ مجلس احرار اسلام حکومت الٰہیہ کے قیام، عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ، قانون ناموس رسالت کی حفاظت اور ناموس ازواج واصحاب رسول کے دفاع کیلئے پرامن آئینی وقانونی جدوجہد کو جاری وساری رکھے ہوئے ہے اور یہ پرامن جدوجہد کا طریقہ کار ہمیں ہمارے احرار اکابرین کی طرف سے ورثہ میں ملا ہے۔ انہوں نے کہا کہ قیام پاکستان سے قبل مجلس احرار اسلام نے پرامن سیاسی جدوجہد کے ذریعے اپنے مدمقابل چوہدری، جاگیردار، دنیادار، سرمایہ دار اور برطانوی سامراج سے مراعات یافتہ طبقہ کو ناکوں چنے چبوائے اور انگریز سامراج سے آزادی کیلئے جدوجہد آزادی میں اپنا بے مثال ولازوال کردار ادا کیا جو رہتی دنیا تک تاریخ کے صفحات پر زندہ وتابندہ رہے گا۔ مجلس احرار اسلام کے نائب امیر نبیرہ امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ ثالث بخاری نے یونٹ قاسم بیلہ کے تمام ذمہ داران کو احرار تربیتی ورکشاپ میں احرار کارکنوں کی بھرپور انداز میں شرکت پر مبارکباد پیش کی۔ مولانا سید عطاء اللہ ثالث بخاری نے کہا کہ احرار کارکن یونین کونسل کی سطح سے لیکر وفاق کی سطح تک جماعت کی رکنیت سازی کریں اور پھر جماعت کے یونٹوں کو یونین کونسل کی سطح تک مستحکم ومضبوط کرنے کی بھرپور محنت کریں۔ انہوں نے کہا کہ مجلس احرار اسلام کے کارکن جماعت کو گراس روٹ لیول پر زیادہ سے زیادہ مضبوط اور فعال کریں پھر ان شاء اللہ ہر دینی وسیاسی تحریک کی میزبانی وقیادت بھی آپ ہی کی جماعت کر سکے گی۔ انہوں نے

کہا کہ ہماری فتح و کامیابی فرنگی اندازِ فکر کا خاتمہ، سرمایہ دارانہ، جاگیردارانہ ذہنیت کی شکست اور حکومت الٰہیہ کا قیام ہی ہے۔ مگر اس کیلئے ضروری ہے کہ جماعت مضبوط ہو منتشر نہ ہو اور جماعتی ذمہ دار حضرات فکری و نظریاتی حوالے سے مضبوط سے مضبوط تر ہوں۔ انہوں نے کہا کہ جماعت جب مضبوط ہوتی ہے تو ورکر مضبوط ہوتا ہے اور جماعت اس وقت مضبوط ہوگی جب اس کا تنظیمی ڈھانچہ مضبوط ہوگا۔ اور تنظیمی ڈھانچہ تب مضبوط ہوگا جب گلی محلوں سے لیکر یونین کونسل کی سطح تک رکنیت سازی کے ذریعے یونٹ سازی کی جائے گی۔ اس کام کیلئے احرار کارکنوں کو اپنے اپنے حلقے میں سنجیدگی کے ساتھ کام کرنا ہوگا۔ تنظیمی ڈھانچہ مضبوط کرنے کیلئے اپنی منتشر فکری و نظریاتی قوت کو مجتمع کرنا ہوگا۔ احرار تربیتی ورکشاپ کے اختتام پر حضرت شاہ جی نے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے صدر مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، جمعیت علماء اسلام پاکستان کے امیر مولانا فضل الرحمٰن، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی، وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ناظم اعلیٰ مولانا قاری محمد حنیف جالندھری کی جلد اور مکمل صحتیابی کیلئے اجتماعی دعا کروائی اور وطن عزیز پاکستان کو دشمنوں کے شر سے محفوظ رہنے کی دعا کی۔

(16 جولائی 2021ء) مجلس احرار اسلام یونٹ جامع مسجد نور الاسلام کے زیر اہتمام جامع مسجد نور الاسلام میں 16 جولائی 2021ء بروز جمعہ بعد نماز مغرب احرار تربیتی ورکشاپ منعقد کی گئی۔ جس میں سورج میانی، بستی سیال اں اور بستی محمد پور کے احرار ذمہ داران اور کارکنوں نے شرکت کی۔ احرار تربیتی ورکشاپ کا باقاعدہ آغاز قاری محمد شعیب کی تلاوت جبکہ احرار کارکن حافظ محمد طیب انصاری کی نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا۔ اس کے متصل بعد مجلس احرار اسلام کے مرکزی رہنما نبیرہ امیر شریعت مولانا حافظ سید عطاء المنان بخاری نے احرار کارکنوں سے گفتگو کا آغاز کیا۔ انہوں نے اپنی گفتگو کے دوران احرار کارکنوں سے تاریخ احرار اور احرار کی بپا کردہ تحریکوں کے عنوان پر سیر حاصل گفتگو کی اور انہیں اپنی تابناک و لازوال تاریخ سے روشناس کیا۔ انہوں نے کہا کہ مجلس احرار اسلام کے کارکنان و اکابرین نے ہمیشہ ذاتی و سیاسی مفادات کی جگہ مقصدیت کو ترجیح دی اور مقصدیت کے حصول کیلئے اپنا سب کچھ قربان کر دیا مگر مقصدیت کے حصول پر کبھی کمپرومائز نہیں کیا۔ انہوں نے کہا کہ آئندہ بلدیاتی انتخابات میں جماعتی کارکنان کی ذمہ داری ہے کہ اپنے گرد و پیش پر نگاہ رکھیں اور کسی بھی دشمن ملک و ملت، دشمن رسول و اصحاب رسول اور قادیانی نواز کو اپنے حلقوں سے کامیاب نہ ہونے دیا جائے بلکہ ممکن حد تک رکاوٹ کھڑی کی جائے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں جہاں سیاسی سوجھ بوجھ، صاف ستھرے کردار کے مالک اور عوامی خدمت کے جذبے سے سرشار شخصیات (امیدواروں) کو آگے لانا ہے، وہیں اس بات کا خیال بھی رکھنا ہے کہ کوئی دین دشمن ہمارے سماج میں اپنے پنجے مضبوط نہ کرنے پائے۔ احرار کارکنوں کو دیندار عوامی بننا ہوگا، لوگوں کے دکھ درد، خوشی و غمی میں شریک ہونا ہوگا۔ لوگوں کے مسائل حل کرنا ہوں گے اور دینی و عوامی خدمت والے کاموں میں پیش پیش رہنا ہوگا۔

اس احرار تربیتی ورکشاپ کا اختتام سید عطاء المنان بخاری نے دین اسلام کی سربلندی، وطن عزیز کی سلامتی، کورونا وائرس جیسی مہلک و عالمی وباء سے نجات کیلئے دعا کے ساتھ کیا۔ **(بقیہ اخبار الاحرار صفحہ 60)**

مسافران آخرت

☆مدرسہ معمورہ ملتان کے قانونی مشیر فہیم خان ایڈووکیٹ کی خالہ گزشتہ ماہ انتقال کر گئیں

☆حضرت پیر جی رحمہ اللہ کے شاگرد قاری عبدالرشید (فیصل آباد) کی ہمشیر 27 جون کو انتقال کر گئیں

☆مجلس احرار اسلام میلسی کے کارکن حافظ یعقوب کی ہمشیرہ 28 جون 2021ء کو انتقال کر گئیں۔

☆احرار کارکن حافظ عبداللہ (جھنگ) کی پھوپھی ماہ جون میں انتقال کر گئیں

☆مجلس احرار ملتان کے کارکن رانا محمد ہاشم کی بھابھی، محمد عثمان اور محمد عدنان معاویہ کی چچی مرحومہ، انتقال: 6 جولائی 2021ء

☆شیخ محمد عمیر رحمہ اللہ: مجلس احرار اسلام گوجرانوالہ کے سرپرست اور بزرگ رہنما محترم شیخ الطاف الرحمٰن بٹالوی کے جواں سال فرزند تھے۔ انتقال 15 جولائی 2021ء

☆ مجلس احرار اسلام ٹوبہ ٹیک سنگھ کے کارکن حکیم محمد یسین کی والدہ مرحومہ، انتقال: 15 جولائی 2021ء

☆اہلیہ غلام فرید احرار مرحوم (معروف بہ بابائے احرار)، کمالیہ۔ انتقال 16 جولائی 2021ء ناظم مجلس احرار اسلام کمالیہ محمد ابوبکر کی خوشدامن تھیں ☆ مجلس احرار ملتان کے کارکن محمد مجاہد کے خالو گزشتہ ماہ انتقال کر گئے۔

☆حکیم اللہ بخش ارائیں رحمہ اللہ: مجلس احرار اسلام بڑی بستی ارائیں جتوئی کے ناظم ڈاکٹر ریاض احمد کے نانا تھے۔ جماعت کے قدیم محبّ و معاون تھے انتقال 17 جولائی 2021ء

☆جھنگ کے احرار رہنما حافظ عمران نقشبندی کی ہمشیر انتقال: 19 جولائی 2021ء

☆ملتان میں ہمارے کرم فرما معروف خطاط اعجاز شاہد کے پھوپھا محمد عاشق مرحوم، انتقال: 20 جولائی 2021ء

☆جھنگ کے قدیم کارکن ماسٹر معراج الدین انتقال: 21 جولائی 2021ء

☆مجلس احرار اسلام ملتان یونٹ قاسم بیلہ کے کارکن محمد نعمان انصاری کے چچا ماسٹر نظام الدین انصاری رحمہ اللہ، انتقال: 23 جولائی 2021

☆مجلس احرار اسلام صوبہ سندھ کے امیر مفتی عطاء الرحمٰن قریشی کے چچا جان، معروف قاری، حافظ خدا بخش رحمہ اللہ، انتقال: 23 جولائی 2021 کراچی

☆عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر مولانا صاحبزادہ عزیز احمد مدظلہ کے برادر نسبتی محمد عاصم سرگانہ مرحوم۔ انتقال: 26 جولائی 2021۔ نماز جنازہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب دامت برکاتہ نے پڑھائی۔

☆عالمی مبلغ ختم نبوت مولانا سہیل باوا کی خالہ جان برمارنگون میں 28 جولائی 2021ء کو انتقال کر گئیں

☆مجلس احرار اسلام جھنگ کے سابق کارکن صوفی محمد دین کے بیٹے، ماہنامہ نقیب ختم نبوت کے قاری محمد یونس ڈھڈی، محمد اسحاق ڈھڈی کے ماموں عمر فاروق ڈھڈی مرحوم، انتقال: 28 جولائی 2021ء

☆مجلس احرار اسلام فیصل آباد کے مخلص کارکنان عبدالشکور نیازی، عبدالودود نیازی کی والدہ مرحومہ، انتقال: 30 جولائی

قارئین سے درخواست ہے کہ اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں، اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کی مغفرت فرمائیں درجات بلند فرمائیں

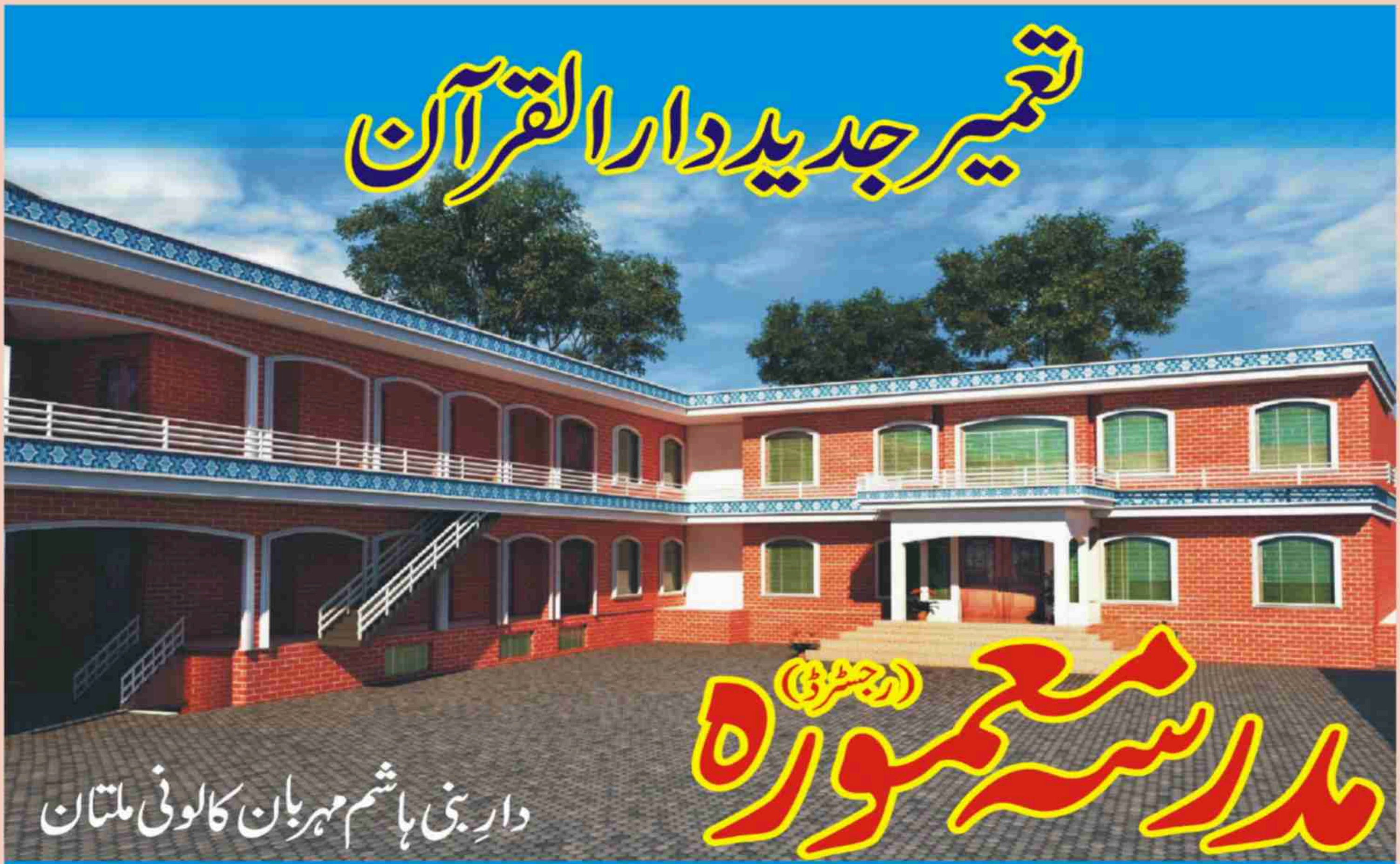

الحمد للہ بیسمنٹ ہال، دار القرآن، دفاتر اور لائبریری کی تعمیر جدید (17,500,000) ایک کروڑ پچھتر لاکھ روپے سے مکمل ہو چکی ہے۔

☆ درجہ کتب کے طلباء کے لیے درس گاہوں، دار الحدیث، دار الاقامہ پر مشتمل نئی عمارت کی تعمیر باقی ہے جس کا تخمینہ تقریباً (3,00,00,000) تین کروڑ روپے سے متجاوز ہے۔

رابطہ برائے ترسیل زرتعاون: سید محمد کفیل بخاری (ناظم مدرسہ معمورہ)

بذریعہ چیک، ڈرافٹ، آن لائن: بنام مدرسہ معمورہ: اکاؤنٹ نمبر

A/C # 5010030736200010

Branch Code : 0729

THE BANK OF PUNJAB

بذریعہ اے ٹی ایم ٹرانسفر: **07290160065740001**

آیئے! اللہ تعالیٰ سے دعا کے ساتھ سود اور سودی قرض کے خلاف جنگ کا آغاز کریں!

ادائیگی قرض کی دعائیں

۱)......حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک غلام نے عرض کیا میں اپنے آقا کو رقم ادا کر کے جلدی آزادی چاہتا ہوں۔ آپ میری مدد فرمائیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں تجھے دو کلمے سکھلا دیتا ہوں جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکھلائے تھے۔ اگر تجھ پر پہاڑ کے برابر بھی قرض ہوگا اللہ تعالیٰ ادا کر دے گا۔ وہ کلمات یہ ہیں:

اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ۔

''الٰہی! حاجتیں پوری کر میری حلال روزی سے اور بچا حرام سے اور بے پروا کر دے مجھ کو اپنے فضل کے ساتھ اپنے ماسوا سے۔'' (مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات فصل دوم)

۲)......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص مقروض ہوگیا تھا۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہیں وہ کلام سکھلا دیتا ہوں کہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ تیرا غم دور اور قرض ادا کر دے گا، صبح و شام یہ دعا پڑھا کرو:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّیْنِ وَقَھْرِ الرِّجَالِ۔

''اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں فکر و غم سے اور آپ کی پناہ چاہتا ہوں ناتوانی اور سستی سے اور بچاؤ چاہتا ہوں آپکے ساتھ بخل اور بزدلی سے اور پناہ میں آتا ہوں آپ کی قرض کے غلبے اور لوگوں کے سخت دباؤ سے۔'' (مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات فصل دوم)

مرتبہ مولانا محمد امین مرحوم معلم اسلامیات، فیصل آباد

دعاؤں کے طالب

CARE
PHARMACY
کیئر
فارمیسی
Trusted Medicine Super Stores
24 گھنٹے سروس
اصلی اور معیاری ادویات کے مراکز

Head Office: Canal View, Lahore

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ!

فیصل آباد میں 13 برانچز کے بعد اب 11 شہروں جڑانوالہ، ننکانہ صاحب، شاہکوٹ، کھرڑیانوالہ، سانگلہ ہل، چک جھمرہ، چنیوٹ، جھنگ، گوجرہ، سمندری، تاندلیانوالہ

آپ کی خدمت کے لیے 24 گھنٹے سروس